۱

باپو اور اُس کے قاتل

یعنی

مہاتما گاندھی کی جیون کتھا

ان کے بیسیوں مضامین کا اقتباس

قتل کے مقدمہ کی کارروائی

سپیشل جج کا فیصلہ

ہائیکورٹ میں

اپیل وغیرہ

مؤلفہ

منشی رام نوخیز ایڈیٹر انچارج روزانہ "ویر بھارت" امرتسر

پہلا ایڈیشن

قیمت ایک روپیہ چھ آنہ
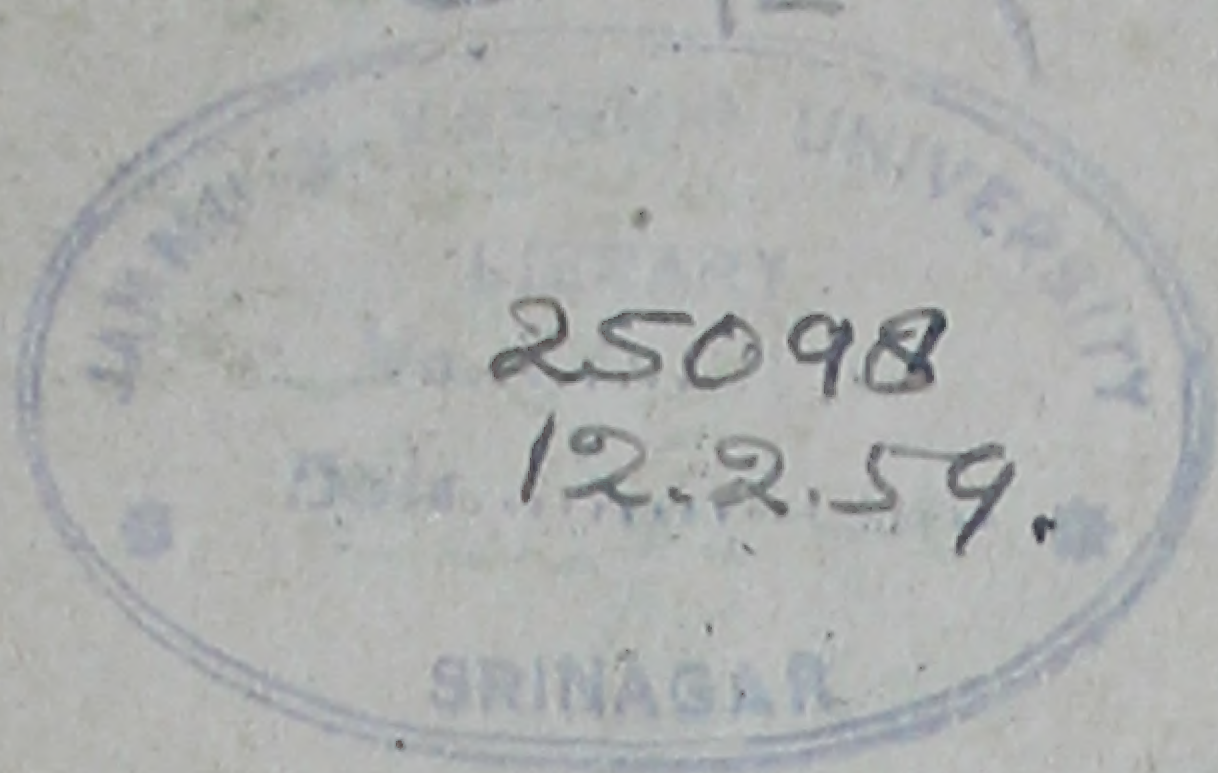
پبلشرز :- میٹروپولیٹن پبلیکیشنز معرفت روزانہ ویر بھارت امرتسر
ہیڈ آفس :- نزد گاندھی گیٹ امرتسر - انچارج دیوان رام لال بھنڈاری

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

باپو کی یاد میں

باپو کے قاتل

جو ڈبو دیتا ہے کشتی کو وہ ساحل ہم ہیں   جو نکل جاتا ہے لیلیٰ کا وہ محمل ہم ہیں
بیٹھنا جس میں ہو دشوار وہ محفل ہم ہیں   عقل بھی جس کی حماقت ہو وہ عاقل ہم ہیں

خود بنے اپنا جو نخچیر وہ بسمل ہم ہیں
لوگ سچ کہتے ہیں باپو تیرے قاتل ہم ہیں

روز اگلتی نہیں گاندھی سے جواہر یہ خاک   آج ہم کہتے ہیں یہ بات بچشم نمناک
کاٹ لو اُٹھے مربیّ پہ جو دستِ ناپاک   تف ہے اُس راہی پہ کرتا ہے جو رہبر کو ہلاک

سخت ہوتا ہے جو پتھّر سے بھی وہ دِل ہم ہیں
لوگ سچ کہتے ہیں باپو تیرے قاتل ہم ہیں

(پریتم ضیائی)

تعارف از
شری پرتھوی سنگھ آزاد لیبر منسٹر پوربی پنجاب گورنمنٹ

گاندھی کو مرنے نہ دو

لوگ کہتے ہیں کہ گاندھی جی مر گئے۔ لیکن یہ سننے کے بعد بھی میرا ہردیہ نہیں مانتا کہ گاندھی جی مر چکے ہیں۔ میری آتما یہ مانتی ہے کہ بھگوان بدھ۔ مہاتما عیسٰے۔ ہزار ہا سال گذر جانے کے پشچات بھی ہمیں جیوت نظر آ رہے ہیں۔ اور اُن کا گیان جب تک لوگوں کو اندھکار سے نکال کر سدمارگ کی طرف لے جا رہا ہے تب تک یہ مہاپرش بھگتوں کے لیئے جیوت ہی رہیں گے۔ مہاپرش سنسار میں مرنے کے لیئے نہیں بلکہ سدا جیوت رہنے کے لیئے آیا کرتے ہیں جو لوگ مہاتماؤں کو مرتیو کے منہ میں جانے والے مانتے ہیں وہ شریر اور آتما کے گیان کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اسی لیئے ہی وہ چکر میں سدا پھنسے رہتے ہیں کہ جو مر گیا سو مر گیا۔ شریر تو کپڑوں کی طرح ہے۔ جب کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں تو اُنہیں اُتار دیا جاتا ہے۔ اور نئے کپڑے پہن لیئے جاتے ہیں۔ اسلیئے شریر کے ناش ہونے کی کبھی چنتا ہی نہیں کرنی چاہیئے۔ چنتا تو تب کرنی چاہیئے تھی جب کہ آتما ناش ہونے والا ہوتا۔ آتما سدا رہنے والا ہے اسلیئے اُسے ابناش کہا گیا ہے۔ یا آتما کو سدا رہنے والا ایک اکھنڈ جھرنا کہا جا سکتا ہے۔ جو شریر اور آتما کے فلسفہ کو اسی روپ میں ماننے والے

ہیں جس کی طرف میں نے اوپر کی سطروں میں اشارہ کیا ہے۔ اُن کے
لیئے سنسار میں کبھی موت ہو ہی نہیں سکتی ہے۔ مہاتما گاندھی نے گیتا
گیان کو اپنے جیون کے اندر مکمل طور پر دھارن کیا ہوا تھا۔ اور وہ زندگی
کو اسی روپ میں مانتے تھے۔ جس کی طرف میں نے آرمبھ میں اشارہ کیا
ہے۔ اسی لیئے میں آج بھی یہ مانتا ہوں کہ مہاتما گاندھی آج بھی زندہ ہیں جس
نے دوسروں کو زندگی دی اس گاندھی کو ایک گاڈسے تو کیا اگر کروڑوں
گاڈسے بھی جنم دھارن کر لیں تب بھی گاندھی کو مارا نہیں جا سکتا تھا۔ جو
گیان گاندھی نے اس یُگ میں دیا وہ آج بیشمار پرانیوں کو جو ڈوب رہے ہیں
اُبھار رہا ہے اور جو اندھیرے کی لپیٹ میں آئے ہوئے ہیں اُنکو صبح کا درخشندہ
ستارہ بن کر آج بھی گاندھی سدمارگ دکھا رہا ہے۔ گاندھی جی اُس وقت تک
جیوت رہیں گے۔ جبتک ہم اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے ہیں اور اُن کی
دی ہوئی سِکشا پر پُوری طرح عمل کرتے ہیں۔ گاندھی جی نے اپنے جیون میں ہمیں
ایک ایسا مکمل گیان دیا ہے جو زندگی کے ہر ایک شعبہ میں کام آنیوالا ہے۔
یہ گیان سارے جیون کا وگیان ہے اور جیون کے وکاس کا وگیان ہے۔ اسی
وگیان کو گاندھی جی نے سروادوے (सर्वोदय) جیسا سندر نام دیا تھا۔
پراچین رشیوں کی درنی ہی سروادوے ہے۔ سرووادے گاندھی جی کا ایک
ایسا لکش تھا جسمیں وہ سب کو سکھی اور دیکھنا...... دیکھنا چاہتے
تھے یا یہ کہیئے کہ وہ اس کے دوارہ مانوتا کو سمانتا کی لڑی میں پرویا ہوا دیکھنا
چاہتے تھے۔

آج ہم آزاد تو ہیں لیکن ہم میں سماج کا وہ سپنا نہیں ہے جو گاندھی جی لانا چاہتے تھے۔ اور منشیہ سماج کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے بچانا چاہتے تھے جو انہیں ہمیشہ شوشیت اور پیڑت اوستھا میں رکھنا چاہتے ہیں۔ جبتک ہم گاندھی جی کے سروودے کے امر سندیش کو اپناتے ہیں تب تک گوڈسے کے ہاتھوں قتل ہونیوالا گاندھی قتل ہونے کے باوجود بھی جیوت ہی رہیگا اور اگر ہم گاندھی مارگ کو نہیں اپناتے اور ان کے ستیہ اور اہنسا کے آدرش کو تیاگ کر کسی دوسرے آدرش کو اپناتے ہیں۔ تو سچ مچ ہم گاندھی جی کے قاتل بنتے ہیں۔ گاندھی جی نے خود کہا تھا کہ منشیہ کی پوجا کرنا ہمارا کام نہیں ہے پوجا آدرش اور سدھانت کی ہو سکتی ہے۔ جبتک گاندھی جی کے آدرش اور سدھانت کی پوجا ہم کرتے ہیں تب تک گاندھی مرنے کے باوجود بھی امر رہے گا۔ اور ہمارے لئے روشنی کا مینار ثابت ہوگا اور اگر ہم صرف ان کے میموریل اور اینٹ پتھر کے بت بنانے میں لگے رہے تو گاندھی جسے گوڈسے نے قتل کیا ہے اور جس مہاپاپ کی گھٹنا کا ورنن آپ اس پستک میں پڑھ رہے ہیں اوشیہ مر جائیگا۔ اسلئے اس پستک کے پڑھنے والوں سے میں پرارتھنا کروں گا کہ گاندھی کو مرنے مت دو بلکہ گاندھی کے آدرشوں پر چلکر اسے سدا جیوت رکھو۔ گاندھی جی نے اپنے آدرشوں پر چلکر امر پد پراپت کیا۔ اسلئے میں یہ آشا کر سکتا ہوں کہ امر باپو کے قتل کی یہ خونی داستان لاکھوں بھارتیوں کے دلوں میں گاندھی جی کے آدرش کی امر جیوتی جلانے میں مددگار ثابت ہوگی ؎

(پرتھوی سنگھ آزاد)
۲۳ مئی ۱۹۴۹ء

ایک نظر میں

"میں ہُوں گاندھی"

باپو کی کہانی ان کی اپنی زبانی !

گاندھی پریوار پرانے وقتوں میں پنساری کا کام کرتا تھا لیکن میرے دادا اور پتا جی کاٹھیاواڑ کی ریاستوں میں دیوان کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔ میرے دادا اُتم چند گاندھی ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ اُنہیں ایک سیاسی سازش کی وجہ سے پور بندر کو چھوڑ کر جونا گڑھ میں منتقل ہونا پڑا۔ اُتم چند گاندھی نے دو بیاہ کیے۔ پہلی بیوی سے ۴ بچے پیدا ہوئے۔ اور دوسری سے دو۔ ان میں سے ایک کرم چند گاندھی تھے اور ۲ر اکتوبر ۱۸۶۹ء کو انہی کے گھر میں میرا جنم ہوا۔ میرے پتا نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔ ہم چھ بھائی بہنوں سے انہیں بڑی محبت تھی۔ سب سے چھوٹا میں تھا۔ میری ماتا جی ایک آدرش ماں تھیں پوجا پاٹھ کے بغیر وہ کبھی بھوجن نہیں کرتی تھیں۔ ابھی میں نے اپنی زندگی کے سات برس بھی پورے نہ کیے تھے کہ پتا جی پور بندر کو چھوڑ کر راجکوٹ چلے گئے۔ یہاں کی پاٹھ شالہ میں میری تعلیم شروع ہوئی۔ مجھے یہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے۔ میں معمولی درجے کا طالب علم تھا۔ ابتدائی منزلیں طے کر کے ہائی سکول میں داخل ہُوا۔ اس وقت میری عمر ۱۲ برس کی تھی۔ میں بڑا شرمیلا لڑکا تھا مجھے یاد نہیں کہ میں نے کسی سے دوستی قائم کی ہو۔ یا کسی کے سامنے جھوٹ بولا ہو۔ ایک بار انسپکٹر معائنہ کے لئے آیا اور میری املا میں ایک غلطی دیکھ کر ماسٹر

صاحب نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری۔ اُنھوں نے آگے بیٹھے ہوئے ودیارتھی کی سلیٹ دیکھنے کا اشارہ کیا لیکن میرا دِل و دماغ اس کام کے لئے تیار نہ ہوا

بچپن میں بھگتی

میں بچپن میں بھوت پریت سے بہت ڈرتا تھا۔ دایہ رنبھا نے مجھے بتایا کہ اس کی دوا رام نام ہے۔ رنبھا کے اپدیش نے میرے دِل پر اثر پیدا کیا اور میں نے رام نام کا جاپ شروع کیا۔ یہ رنبھا کے اپدیش ہی کا نتیجہ تھا۔ میرے چچیرے بھائی رامائن کے بھگت تھے۔ اُنھوں نے ہم دونو بھائیوں کو رام رکھشا کا پاٹھ سکھانے کا پربندھ کیا۔ ہم نے پراتہ کال پاٹھ کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب تک پوربندر رہے۔ پروگرام برابر قائم رہا۔ مجھے اس بات پر فخر ہوتا تھا کہ میں رام رکھشا کا پاٹھ شدھ ہردے سے کرتا ہوں۔ ہر رات کو رام جی کے مندر میں رامائن سنتے تھے۔ رامائن کی چوپائیاں سُنکر ہم مست ہو جاتے تھے۔ اُس وقت میری عمر ۶ برس کی تھی۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ ان کی کتھا میں میرا من بہت لگتا تھا۔ رامائن سے جو مجھے انتہائی پریم ہے اس کی بنیاد یہی کتھا ہے۔

آج میں تلسی داس کی رامائن کو بھگتی مارگ کا سب سے بڑا گرنتھ مانتا ہوں۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ بچپن کے خیالات کا آئندہ زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے جب میں نے ۲۱ دِن کا برت رکھا اور بھارت بھوشن پنڈت مدن موہن مالویہ نے مجھے کئی شلوک سُنائے اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔ کاش یا ان کے مُنہ سے ساری بھاگوت میں نے بچپن ہی میں سُنی ہوتی۔

میرا بیاہ

بیاہ کے وقت میری اور میری اہلیہ کی عمر صرف ۱۳ برس تھی میں نے اپنی بیوی کو نہ تو پہلی رات کو پوچھا اور نہ بعد میں کہ اُسے بیاہ کے متعلق کس نے کچھ بتایا۔ ہم دونو گھبرائے ہوئے سے تھے۔ بھابی سے بہت کچھ سننے کے باوجود میں اپنی دلہن سے کچھ نہ کہہ سکا۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی کے سکھانے پڑھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ پچھلے جنم کے تاثرات ہی کافی ہوتے ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد میں نے اُس پر اپنا تسلط جمانا شروع کیا۔ اور نقل و حرکت پر پابندیاں لگا دیں۔ وہ میری اجازت کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ ان پابندیوں نے ہمارے درمیان لڑائی جھگڑے کا بیج بو دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے سے بات چیت بند ہونے لگی۔ آج میں محسوس کرتا ہوں کہ اس کے مندر جانے یا سہیلیوں سے ملنے پہ پابندی لگانا ناجائز نہیں تھا۔ اگر خاوند عورت پر پابندیاں لگا سکتا ہے تو عورت بھی خاوند پہ پابندی لگا سکتی ہے۔ لیکن اسوقت مجھے کستوربا پہ اپنا رعب جمانے کا ہی خیال تھا۔

لیکن یہ نہ سمجھئے کہ ہماری زندگی میں محض کشمکش ہی تھی۔ اصل میں میرا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک آدرش بیوی بنے۔ وہ ان پڑھ تھی اور سادہ لوح۔ میں اس سے گرمجوشی کے ساتھ محبت کرتا تھا۔“

مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ میں اُس کا فریفتہ تھا۔ سکول میں بھی مجھے اُس کی یاد آیا کرتی تھی۔ رات کو اُس سے ملنے کا خیال مجھے بے تاب رکھتا تھا علیحدگی ناقابل برداشت تھی۔ میں اُسے اپنی بیکار بات چیت میں بہت رات گئے تک بیدار رکھتا تھا۔ اگر مجھے ان جذبات کے علاوہ اپنے فرائض کا احساس نہ ہوتا تو مجھے کوئی بیماری لگ جاتی اور قبل از وقت موت آجاتی۔

میں نے کستوربا کی تعلیم کے لیے پرائیویٹ ٹیوٹر لگائے۔ فرطِ محبت میں خود تعلیم دینا مشکل تھا۔ ٹیوٹروں کی تعلیم کے بعد کستوربا سادہ الفاظ میں خط لکھنے کے قابل ہو گئی۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر میری محبت میں جنسی بھوک کا دخل نہ ہوتا تو وہ زیادہ لکھ پڑھ سکتی تھی۔ شادی کے پہلے پانچ برسوں میں ہر چھ ماہ کے بعد کستوربا کو میکے سے بلاوا آ جاتا تھا۔ اس وقت یہ بلاوا مجھے بہت ناگوار گذرتا تھا۔

مجھے ایک واقعہ پر آج بھی شرم محسوس ہوتی ہے اور وہ یہ کہ جب پتا جی نے آخری سانس لیا تو میں ان کے چرنوں میں حاضر نہیں تھا بلکہ بیوی کے کمرے میں تھا۔

ولائیت کا رُخ

سنہ ۱۸۸۷ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد میرے دل میں ولائیت کی سیر کا اشتیاق چٹکیاں لے رہا تھا۔ کتنی خوبصورت ہو گی وہ فلاسفروں اور شاعروں کی سر زمین جو موجودہ تہذیب کا مرکز بتائی جاتی ہے۔ اور پھر میں بیرسٹر بن جاؤں گا۔ خیالات جسم میں کپکپی سی پیدا کرتے تھے۔

میری تجویز کو منظور کرنے کے لیے صرف ایک شرط لگائی گئی کہ میں اپنی ماتا اور اپنے چچا کی منظوری حاصل کر لوں۔

تب میں اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ خوش قسمتی سے میری ماتا مجھ پر کافی اعتبار کرتی تھیں۔ اسلیئے میں نے اُن کے توہمات کے باوجود اُن سے اجازت لے لی۔ وہ تین سال میرے انگلینڈ میں مقیم رہنے پر راضی نہ تھیں۔ لیکن جب میں نے اُنہیں اس کے فائدے بتائے تو راضی ہو گئیں۔ اس کے بعد میں چچا سے اجازت لینے لگا۔ وہ اُن دِنوں بنارس کے دھارمک استھان پر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ متواتر تین روز تک منت سماجت کرنے کے بعد میرے چچا نے مجھے یہ جواب دیا۔

مُیں اس وقت تیر تھ یاترا کرنے جا رہا ہُوں جو کچھ کہتے ہو بیشک ٹھیک ہو گا لیکن میں کس طرح تمہاری ناپاک تجویز کے ساتھ اتفاق کر کے ہاں کہہ سکتا ہوں۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہُوں کہ اگر تمہاری ماتا تمہارے جانے میں راضی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں بالآخر مجھے کامیابی ہوئی اور میں انگلینڈ پہنچ گیا۔

ولایت کا ایک واقعہ

مُیں ایک جلسہ کے سلسلے میں پورٹ سمتھ میں گیا۔ مجھے میرے دوستوں کے ساتھ ایک ایسے گھر میں ٹھہرنا پڑا جس کی عورتیں ذرا چارنی تھیں۔ کھانے کے بعد تاش کھیلنے بیٹھے ولائیت میں اچھے گھرانوں میں بھی عورتیں مہمانوں کے ساتھ تاش کھیلا کرتی ہیں۔ اور اس میں مذاق شروع ہو جاتا ہے۔ ہماری مجلس میں لپیٹ مذاق شروع ہو گئے۔ اور مجھے بھی دلچسپی ہونے لگی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تاش ایک طرف رکھ دی گئی۔ یہ نازک لمحہ تھا۔ لیکن میرے ہردے میں بھگوان نے احساس پیدا کیا۔ وہ بولے۔ تم اور یہ حرکتیں؟ یہ پاپ۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ مجھے احساس ہُوا کہ بھگوان نے میری سہائتا کی ہے۔ مجھے ماتا سے کی ہوئی پرتگیا یاد آگئی اور وہاں سے ہانپتا کانپتا ہُوا بھاگ نکلا۔

جنوبی افریقہ میں

سنہ ۱۸۹۱ء میں ولائیت میں بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں ہندوستان میں واپس لوٹا اور بمبئی ہائیکورٹ میں وکالت شروع کی بسنہ ۱۸۹۳ء میں ایک ہندوستانی سوداگر کے مقدمہ کے سلسلہ میں مجھے جنوبی افریقہ جانا پڑا اور سنہ ۱۸۹۵ء تک وہیں رہا۔ یہاں ... ہندوستانیوں سے دل آزار سلوک کیا جاتا تھا۔ ایک بار مجھے ہندوستانی ہونے کے

جرم میں ریل گاڑی سے اتار دیا گیا۔ ۱۸۹۶ء میں ہندوستانیوں کی آواز بلند کرنے کے لئے نٹال انڈین کانگرس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۳ جنوری ۱۸۹۷ء کو جب مجھ کالے گورے کے سوال پر جان سے مار ڈالنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ ۱۹۰۶ء میں میں نے "انڈین اوپینین" کے نام سے ایک اخبار جاری کیا۔ میں نے ستیہ آگرہ کے ابتدائی تجربے جنوبی افریقہ ہی میں کیے۔ ہندوستانی عورتوں کی خودداری کا ثبوت دینے کے لئے کستوربا نے بھی ستیہ آگرہ کیا۔ جنوبی افریقہ کی حکومت نے ایک اعلان کے ذریعے سے تمام ہندوستانی عورتوں کی شادیوں کو ناجائز قرار دیدیا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں اسے ستیہ آگرہ کی بنا پر تین ماہ قید کی سزا ملی تھی۔

گھر میں ستیہ آگرہ

ڈربن کی زندگی کا وہ دن مجھے آج بھی یاد ہے جب کوڑا کرکٹ اور برتن اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے پر جھگڑا ہوا۔ میں نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ عیسائی کلرک کے برتنوں کو بھی کستوربا صاف کرے۔ جب کستوربا برتن ہاتھ میں پکڑے سیڑھی سے اتر رہی تھی تو اس کی آنکھیں غصے سے سُرخ ہو رہی تھیں۔ موتیوں جیسے آنسو اس کی گالوں پر لڑھکنے لگے۔ میں نرمی اختیار کرنے کی بجائے آپے سے باہر ہو گیا اور بلند آواز میں کہا۔ "میں اپنے گھر میں ایسی بیہودگی نہیں دیکھ سکتا" یہ الفاظ اس کے سینے میں تیر کی طرح چبھے اور جواب دیا۔ "اس گھر کو اپنے پاس رکھو اور مجھے جانے دو۔" میں جذبات سے اور بھی بےخود ہو گیا۔ کستوربا کو بازوؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے گھسیٹتے دروازے کی طرف لے گیا۔ اُسے باہر دھکیل دینے کے لیے دروازہ کھولا۔ اس کی گالوں پر آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا اور پھر چیخ کر بولی: "کیا تم میں شرم کا کوئی مادہ نہیں رہا۔ میں کہاں جاؤں۔ یہاں نہ میرے پتا ہیں اور نہ رشتہ دار۔ کیا تمہاری بیوی ہوتے ہوئے میں ٹھوکریں کھاؤں۔ ماتا کے لیے دروازہ بند کر دو اور دنیا کو تماشہ نہ دکھاؤ۔"

مجھے ندامت ہوئی اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔

لیکن کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہماری ازدواجی زندگی لڑائی جھگڑوں میں ہی گذر رہی تھی۔ جھڑپیں صرف اس وقت ہی ہوئیں جب مجھے یہ کا احساس نہ تھا۔ اور میں یہ سمجھتا تھا کہ بیوی خاوند کی شہوانی بھوک مٹانے ہی کا ذریعہ ہے۔ بعد میں جب مجھے احساس ہوا کہ بیوی برابر کی حصہ دار ہے اور وہ دُکھ سُکھ کی شریک ہے تو ہماری زندگی خوشگوار بن گئی۔ یاد رکھیے میں نے ازدواجی زندگی کا لطف اُس وقت اُٹھانا شروع کیا جب میں نے کستوربا کی طرف۔۔۔ نفسیاتی نگاہوں سے دیکھنا ترک کر دیا۔

میں نے عین جوانی ہی میں یہ محسوس کر لیا کہ میں ایک مُتبرک مشن کے لیے پیدا ہوا ہوں شادی کے وقت مجھے اس کا علم نہیں تھا لیکن بعد میں یہ محسوس ہوا کہ میری بیوی میرے مشن کی تکمیل کے لیے مجھے امداد دے گی حقیقی دھرم میں نے اُس وقت ہی پہچانا تھا حقیقی واقعات اُس وقت رُونما ہوئے جب ہم نے جنسی علیحدگی کا حلف لیا۔

دُوسرے واقعات

گاندھی جی کی زندگی کے دُوسرے واقعات کا مختصر خاکہ یہ ہے:-

سنہ ۱۹۰۷ء میں جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں نے حکومت کی سختیوں کے خلاف تحریک شروع کی۔ گاندھی جی نے اس تحریک میں حصہ لینے کے لیئے وکالت ترک کر دی۔ ایک مجسٹریٹ نے گاندھی جی کو ۴۸ گھنٹوں کے اندر اندر جنوبی افریقہ سے نکل جانے کا حُکم دیا۔ گاندھی جی نے اس حُکم کی خلاف ورزی کی۔ اس پر اُنہیں گرفتار کر کے دو مہینوں کی قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ گاندھی جی جوہنسبرگ جیل میں ڈال دیئے گئے۔ جیل زندگی کا یہ پہلا تجربہ تھا سمٹس گورنمنٹ کے ساتھ ہندوستانیوں کا سمجھوتہ ہو گیا اس پر گاندھی جی کو

رہا کر دیا گیا۔ مگر جب سمٹس گورنمنٹ نے معاہدہ کو توڑ کر ہندوستانیوں کے خلاف بربریت دکھانی شروع کر دی تو گاندھی جی نے از سرِ نو جنوبی افریقہ کی امپریلیسٹ گورنمنٹ کے خلاف تحریک مزاحمت شروع کر دی۔ نئی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں گاندھی جی کو دو سال قید با مشقت کی سزا دی گئی۔ آپ کو قیدیوں کا لباس پہنا کر پریٹوریا ... کے بازاروں میں سے گھما کر جیل لے جایا گیا۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ گاندھی جی جنوبی افریقہ سے ہندوستان چلے آئے۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں احمد آباد میں ستیہ اگرہی آشرم شروع کیا۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں پنڈت جواہر لال نہرو پہلی مرتبہ لکھنؤ کانفرنس کے موقع پر گاندھی جی کے ساتھ ملے۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں گاندھی جی اور ڈاکٹر راجندر پرشاد کی پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اس سال چمپارن کی تحریک شروع ہوئی اور اسی سال گاندھی جی نے سابرمتی آشرم کا سنگ بنیاد رکھا۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں رولٹ ایکٹ کے خلاف بطور احتجاج ہڑتال ہوئی۔ پولیس نے دہلی۔ لاہور اور امرتسر میں ہڑتالیوں پر گولی چلا دی۔ گاندھی جی جب لاہور اور امرتسر کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے پنجاب کو روانہ ہوئے تو حکومت نے ان کے پنجاب میں داخلہ پر پابندی لگا دی مگر گاندھی جی اس پابندی کو توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ نے امرتسر کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ حکومت نے انہیں راستہ میں ہی حراست میں لے لیا اور گرفتار کر کے بمبئی میں بھیجدیا۔ جہاں آپ نے حکومت کی سختیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے تین دنوں تک بھوک ہڑتال کئے رکھی۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں عدم تعاون کی تحریک شروع ہونے پر ۳۰۰۰۰ اشخاص کو جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ نومبر کے مہینے میں گاندھی جی نے چوری چورا کے سانحہ کے پیش نظر تحریک عدم تعاون کو بند کر دیا۔ گاندھی جی کو بغاوت کے الزام میں چھ سال قید سخت

کی سزا دے کر جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ جیل کے ایام میں گاندھی جی نے اپنی لاثانی کتاب "سچائی کے متعلق میرے تجربات" لکھی۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں آپ نے کانگرس کے اس سالانہ اجلاس کی صدارت کی جو بلگام میں منعقد ہُوا۔ اس اجلاس میں کانگرس نے کونسل میں شرکت کرنے کے متعلق فیصلہ کر دیا۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں گاندھی جی نے سات روز کے لیئے بھوک ہڑتال کی۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن کا ہنگامہ اور غوغا شروع ہو گیا۔ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے اس کمیشن کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔

گاندھی جی نے سنہ ۱۹۲۸ء میں باردولی ستیہ آگرہ کی تحریک چلائی۔ اور اسی سال انڈین نیشنل کانگرس کا جو سالانہ اجلاس کلکتہ میں منعقد ہُوا۔ اس میں ہندوستان کے نمائندوں نے ایک ریزولیوشن باتفاق رائے منظور کیا جس کی رو سے ملک و قوم کی آزادی کا حصول کانگرس کا نصب العین قرار پایا۔

سنہ ۱۹۲۹ء میں انگریزی حکومت کی ایک عدالت نے گاندھی جی کو ایک روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ کیونکہ آپ نے کلکتہ میں غیر ملکی کپڑے کو آگ لگا کر اپنے ملک و قوم کو اس سے بیزاری ظاہر کی ہندوستانی مال کی ترقی کی طرف رغبت دلائی۔ اسی سال لارڈ ارون وائسرائے ہند نے حکومت برطانیہ کی طرف سے اعلان کیا کہ لندن میں ایک گول میز کانفرنس منعقد ہو گی۔ جس میں برطانیہ اور ہندوستان کے نمائندے شامل ہو کر متنازعہ مسائل کا مناسب حل تلاش کریں گے۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں گاندھی جی نے اس تاریخی لہر کی رہنمائی کی۔ جسکو ہندوستان کی تاریخ میں "ڈانڈی یاترا" کہا گیا ہے۔ آپ نے ۷۹ والنٹیروں کے ہمراہ ڈانڈی کیطرف

پیدل مارچ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ اور آپ کے ساتھیوں نے ۲ سو میل کی مسافت پیدل طے کی۔ یہ مقام مغربی ساحل پر سمندر کے کنارے واقع ہے۔ اسی سال غیر ملکی حکومت کی فوج نے پشاور میں نہتے عوام پر گولی چلائی جس سے متعدد وطن پرست شہید و مجروح ہوئے۔ مدراس میں بھی گولی چلائی گئی۔ بنگال آرڈی نینس کی تجدید کی گئی۔ گاندھی جی گرفتار کر لئے گئے۔ ان حالات میں اس سال انڈین نیشنل کانگریس کا سالانہ اجلاس منعقد نہ کیا گیا۔

۱۹۳۱ء میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور مہاتما گاندھی رہا کر دیئے گئے اور برطانوی حکومت کے نمائندہ لارڈ ارون وائسرائے ہند اور ہندوستانی قوم کے نمائندہ مہاتما گاندھی کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اسی سال ۳۱ مارچ کو کراچی میں کانگریس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں دوسری گول میز کانفرنس کے لئے گاندھی جی کو کانگریس کا واحد نمائندہ قرار دیکر لنڈن بھیجا گیا۔ جہاں آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر مایوس ہو کر وطن واپس ہوئے۔ راستہ میں آپ نے اطالوی ڈکیٹر مسولینی سے ملاقات کی۔

۱۹۳۲ء میں گاندھی جی کو پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اس دفعہ آپ یروداجیل میں نظربند کر دیئے گئے۔ انڈین نیشنل کانگریس کو ملک بھر میں غیر ملکی حکومت نے خلاف قانون جماعت قرار دے دیا۔ اور جب غیر ملکی حکومت نے غلام ہندوستان پر کمیونل ایوارڈ ٹھونسا تو گاندھی جی نے اس اقدام کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے مرن برت رکھا۔ اسی سال آپ نے ایک اور برت دس دن کے لئے رکھا۔

۸ مئی ۱۹۳۳ء کو گاندھی جی نے آتما کی شدھی کے لئے ایک ۲۱ روزہ برت

رکھا۔ بمبئی میں کانگرس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اسی سال گاندھی جی نے کانگرس سے کانگرس سے مکمل طور پر قطع تعلق کر لیا۔ اور آپ اس کے چار آنے والے ممبر بھی نہ رہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی زندگی ہریجنوں کے سدھار کے لیے وقف کر دی۔

گاندھی جی پہ پہلا بم

۱۹۳۳ء کو باپو نے ہریجنوں کے لیئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے دورہ شروع کیا۔ اس دورہ کی وجہ سے ہندوستان کے کئی مندر ہریجنوں پہ کھولدیئے گئے۔ گاندھی جی دورہ سے واپس آئے۔ تو ۲۴ جون کو پونہ کی میونسپل عمارت میں آپ کے اعزاز میں ایک تقریب کا انتظام کیا گیا۔ آپ کے پہنچنے سے صرف سات منٹ پہلے ایک بم پھٹا۔ چند دن بعد گاندھی جی پونہ سے بمبئی جا رہے تھے تو آپ کی ریل گاڑی کو پٹڑی سے گرانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ بھی ناکام رہی۔ گاندھی جی نے ان دنوں ہریجنوں کے کاز کے لیئے ایک اور برت رکھنے کا اعلان کیا۔ ہریجنوں کے لیئے چندہ جمع کرنے کے سلسلے میں مہاتما گاندھی پانچ دن لاہور میں ٹھہرے ۱۳ جولائی کو موری دروازہ کے باہر ماتا کستوربا کو ایڈریس پیش کیا گیا۔ ان دنوں آپ دینا نگر اور گورداسپور بھی گئیں۔ ۲۱ مارچ ۱۹۳۶ء کو آپ امرتسر آئیں اور ایک جلوس نکلا۔

۴ مارچ ۱۹۳۹ء کو گاندھی جی نے راجکوٹ کے معاملہ پر برت رکھا۔

۱۹۴۲ء میں قومی لیڈروں کے مجبور کرنے پر گاندھی جی نے ......

کانگریس کی رہنمائی کرنا قبول کر لیا۔ مگر اس کے لئے چند شرائط عائد کر دیں۔ اسی سال کانگریس اور ہندوستان کا جنگی کوششوں کے سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کے لئے حکومت برطانیہ نے ملک کو ایک پیشکش کی جو کرپس سکیم کے نام سے موسوم ہے مگر کانگرس اور ملک کی دوسری سیاسی جماعتوں نے اسے باتفاق رائے ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد گاندھی جی نے یہ نعرہ لگایا کہ انگریز ہندوستان چھوڑ جائیں۔ "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کی گاندھی جی نے خود رہنمائی کی۔ ۱۴ جولائی کو بمقام واردھا کانگرس ورکنگ کمیٹی کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں قوم کے نمائندوں نے باتفاق رائے "ہندوستان چھوڑ دو" کی قرارداد منظور کی۔ اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی نے ۸ اگست کو اس ریزولیوشن کی تائید و تصدیق کی۔

یہ ریزولیوشن ہندوستان کی غیر ملکی حکومت کے لئے دراصل کانگرس کا ایک چیلنج تھا۔ جو حکومت نے قبول کر لیا۔ چنانچہ ۹ اگست کو گاندھی جی سمیت کانگرس کے تمام لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ گاندھی جی نے ۱۹۴۲ء میں جب آپ آغا خاں محل میں نظر بند تھے۔ ایک اور برت رکھا۔

سنہ ۱۹۴۴ء میں ۲۲ فروری کو ماتا کستوربا گاندھی سورگباشس ہو گئیں۔ گاندھی جی ۶ مئی کو رہا کر دیئے گئے۔ دوران جنگ میں کانگرس لیڈر نظر بند رہے۔ ۱۹۴۲ء میں ان کی گرفتاریوں کے خلاف ملک میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور رہنماؤں کے بغیر ہندوستانی قوم کے جوشیلے نوجوانوں نے ملک کے مختلف حصوں میں غیر ملکی حکومت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ کئی جگہ ہفتوں تک سوراج بھی رہا۔ اس بغاوت کو حکومت نے بزور سنگین دبا دیا۔ اور دراصل یہی حقیقت ہے یہاں تک کہ

لرزہ خیز سزائیں دیں۔

حکومت نے کانگریس پر اس بغاوت کی آگ بھڑکانے کا الزام لگایا اور ہندوستان کی اس قومی جماعت کو اس ملک اور دیگر ممالک میں بدنام کرنے کے لئے پروپیگنڈا کے سلسلہ میں اوچھے ہتھیار استعمال کرنے میں ذرا جھجک محسوس کی گاندھی جی آغا خاں محل سے رہا ہوتے ہی اس مکروہ پروپیگنڈا کا مونہ توڑ جواب دینے کے اہم کام میں منہمک ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی گاندھی جی نے ملک کی فلاح کے لئے تعمیری پروگرام وضع کیا۔

۹ ستمبر ۱۹۴۴ء کو گاندھی جی نے آل انڈیا مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر جناح سے ملاقات کی۔ دونوں کی گفت و شنید ۲۷ ستمبر تک جاری رہی لیکن یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ مئی ۱۹۴۵ء میں یورپ کی جنگ ختم ہو گئی۔ اور حکومت برطانیہ نے اپنی تمام تر توجہ جاپان کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے صرف کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کے اشارہ پر کانگرس ورکنگ کمیٹی کے تمام ممبر رہا کر دیئے گئے۔ لارڈ ویول وائسرائے ہند لنڈن جا کر ہندوستان کے لئے ایک عارضی حکومت کے قیام کی تجویز لائے۔ اس تجویز پر غور کرنے کے لئے وائسرائے نے کانگریس اور دیگر سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کو شملہ بلایا۔ گاندھی جی نے اس کانفرنس کے دوران میں کانگرس اور حکومت کی رہنمائی کا فرض انجام دیا۔ مگر فرقہ پرستوں کی سازشوں سے یہ کانفرنس ناکام رہی۔ اس کے بعد گاندھی جی تعمیری کام میں لگ گئے۔

۱۹۴۶ء میں مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ کانگریس اکثر صوبوں میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ حکومت برطانیہ نے ہندوستان

کو آزادی دینے کا اعلان کیا۔ اس سلسلہ میں برطانیہ کے تین وزیر ہندوستان آئے جن سے گاندھی جی دیگر کانگرسی لیڈر اور دوسری پارٹیوں کے نمائندے مصروف گفت و شنید رہے۔

یہ کیبنٹ مشن کی سکیم تھی اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مسلم لیگ نے ڈائرکٹ ایکشن کا اعلان کیا۔ بنگال میں فسادات کی ابتدا ہوئی۔ اور بعد میں اس آگ نے دوسرے صوبوں کو بھی اپنی ہی لپیٹ میں لے لیا۔ گاندھی جی نے اس آگ کو بجھاتے بجھاتے اپنی نچھاور کردی۔ ہندوستان کو تقسیم کرنے کی سکیم کی وہ آخری دم تک مخالفت کرتے رہے۔

ناتھورام گاڈسے اور اس کے مبینہ ساتھیوں کو گاندھی جی کا امن و آشتی کا مشن ناگوار گذرتا تھا۔ اور انہوں نے اسی اختلاف رائے کے زیر اثر ۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء کو گاندھی جی کی ہتیا کردی۔

مہاتما گاندھی کے بیسیوں مضامین کا اقتباس

"میرے خیالات"

میرا ہندو دھرم

میں اپنے آپ کو سناتنی ہندو سمجھتا ہوں۔ میں ورن آشرم مانتا ہوں۔ مجھے گئو رکھشا میں وشواس ہے۔ میرا ہندو دھرم مجھے ایک ذات سے دوسری ذات میں شادی کرنے سے نہیں روکتا۔ میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ ایک ذات کا شخص سے ملکر کھانا کھائے۔ تو ذات ٹوٹ جاتی ہے۔ برہمن۔ کھتری۔ ویش اور شودر سب کو علم حاصل کرنے کی آزادی ہے۔ ایک مرتبہ ایک ہندو دھرم ایسی پابندیاں لگائے گا تو وہ ختم ہو جائے گا

ہندو دھرم کسی شخص کو زنجیروں میں نہیں جکڑتا۔ ہندو دھرم میں دنیا کے تمام پیغمبروں کی پرستش کی گنجائش ہے۔ عام معنوں میں ہندو دھرم تبلیغی مذہب نہیں۔ ہندو دھرم تو یہ سکھاتا ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدے کے مطابق پرماتما کی پوجا کر سکتا ہے اس طرح سے ہندو دھرم سب دھرموں سے امن سے رہنے کی تلقین کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں کبھی چھوت چھات کا قائل نہیں ہوا۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ رواج صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ کئی اور برے رسم و رواج بھی ہیں۔ لیکن انہیں ہندو دھرم کا جزو سمجھ لینا غلطی ہے۔ ہمیں اپنے سماج کے پانچویں حصے کو ساوی ادھیکاروں سے محروم کر کے پرماتما کی ہستی سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔

دھارمک تعلیم اور گیتا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سکولوں میں کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی جانی چاہیے لیکن اگر

دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دھارمک تعلیم نہ دی گئی تو ایک دن ملک سے روحانیت بالکل محروم ہو جائے گی۔ میں نے ایک ہائی سکول میں دیکھا کہ ۰۰ا ہندو لڑکوں میں سے صرف آٹھ نے بھگوت گیتا پڑھی تھی اور ان میں سے بھی گیتا کو سمجھنے والا کوئی نہ تھا۔ پانچ یا چھ مسلمان طلباء بھی اس سکول میں پڑھتے تھے۔ سب نے کہا کہ انہوں نے قرآن پڑھا ہے۔ مگر ایک نے کہا کہ وہ معنی بھی جانتا ہے۔

گیتا دل و دماغ کو تسکین دیتی ہے۔ اس میں فلسفہ بھی ہے اور بھگتی بھی ہے ہر ہندو لڑکے اور لڑکی کو سنسکرت سیکھنی چاہیئے۔ تاہم سنسکرت پڑھنے تک گیتا سے محروم نہ رہیں۔ گیتا میری ماں ہے۔ جب مجھے کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو اس کی گود میں جا بیٹھتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ معمولی آدمی کے لئے گیتا کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ لوکمانیہ تلک نے جو مجھ سے زبردست پنڈت تھے ایک بے نظیر ٹیکہ گیتا پر لکھا ہے۔ اگر آپ اٹھارہ ادھیائے نہیں پڑھ سکتے تو پہلے تین ہی پڑھ لیجئے۔ خلاصہ کے طور پر سب کچھ مل جائے گا۔

مایوسی تو گیتا سے پیار کرنیوالے کے نزدیک نہیں آتی۔ وہ ہمیشہ آنند اور خوشی میں رہتے ہیں۔ مگر جس شخص میں وشواس یا بھگتی نہ ہو اور جو اپنے علم کا غرور کرے اُسے نہ خوشی یا آنند کہاں مل سکتا ہے۔

میں تو تلسی داس کی رامائن کا بھی بڑا بھگت ہوں۔ رام نام کا جو منتر انہوں نے دیا ہے وہ دنیا کے دکھوں کی دوا ہے۔ صبح اور شام یکسو ہو کر پڑھا کرو۔

ہریجن ۲۴ اگست ۱۹۳۶ء

برہمچریہ برہمچاری ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان مجرد ہی رہے اور شادی

نہ کرے۔ برہمچاری کے اصلی معنی نفس کو قابو میں رکھنے کے ہیں۔ ضبط کی ضرورت جتنی بیاہ سے پہلے ہے۔ اس سے بھی زیادہ بیاہ کے بعد ہوتی ہے۔
ینگ انڈیا ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء

ہندی بھاشا

ہمارے ملک میں ۲۰ کروڑ آدمی ہندو اور مسلمان دونو ہندی یا ہندوستانی جانتے ہیں۔ ہندی یا ہندوستانی ایک مہینہ میں اگر چند گھنٹے روز پڑھی جائے تو خوب آ سکتی ہے۔ جب میں ۶۷ برس کی عمر میں ہندی تقریر کو کنڑا زبان میں ترجمہ ہوتے سن رہا تھا تو مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میں اس زبان کو آٹھ دس دن میں چند گھنٹے روز خرچ کر کے آسانی سے سیکھ سکتا ہوں۔ سری نگر سے راس کماری تک اور کراچی سے ڈبرو گڑھ تک نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ سوائے ہندی یا ہندوستانی سیکھنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب میں جنوبی افریقہ میں تھا تو میرا خیال تھا کہ سب زبانیں سنسکرت سے نکلی ہیں۔ وہ ہندی رسم الخط میں لکھی جا سکتی ہیں (ہریجن مورخہ ۲۷ جون ۱۹۳۶ء)

سوشل خرابیاں

جہیز بہت بری رسم ہے۔ اس کے خلاف مضبوط آواز اٹھانا ضروری ہے۔ جو نوجوان اپنے روپے کو لے اسے سماج سے خارج کر دینا چاہیے۔ لڑکیوں کے والدین ڈگریاں دیکھ کر لالچ میں آ کر اپنی برادریوں کے باہر اور دوسرے صوبوں سے منچلے نوجوانوں کے ساتھ رشتہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ میں چھوٹی عمر میں بیاہ کے سخت خلاف ہوں اور میری یہ بھی رائے ہے کہ ہندوستان میں لڑکیوں کی شادی ۲۰ برس کی عمر سے پہلے پہلے ہو جانی چاہیے۔ شادی پر پانچ روپے خرچ کرنے سے

کام چل سکتا ہے۔
(ینگ انڈیا، ۲۱ جون ۱۹۲۹ء)

کھدر کی اہمیت

ہندوستان ہر سال ۶۰ کروڑ روپے سے زائد مالیت کا بدیشی کپڑا منگاتا ہے۔ کیوں نہ شدھ کھدر پہنا جائے۔ سگرٹ اور شراب ترک کرنے سے بھی کروڑوں روپے کی بچت ہو سکتی ہے اور شراب پینا تباہ کن ہے
(ینگ انڈیا۔ ۱۴ فروری ۱۹۲۹ء)

برتھ کنٹرول

بعض لوگ اس لئے کہ بچے نہ ہوں کئی قسم کی دوائیاں استعمال کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تو حمل کو دوائی سے روکنے اور نفسانی خواہشات کے پورے کرنے سے جو نقصان ہوتے ہیں وہ ایک ہی طرح کے ہیں۔ اس قسم کی دوائیوں کی ایجاد اور لوگوں کی پسندیدگی نے تو سارا کام بگاڑ دیا ہے۔ ایسی کنواری لڑکیاں بھی ہیں۔ جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پا رہی ہیں اور اس قسم کی کتابیں اور اخباریں پڑھتی ہیں۔ جن میں حمل کو روکنے کے طریقے درج ہوتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک سنا گیا ہے کہ بعض لڑکیوں کے پاس وہ دوائیاں بھی موجود ہیں غضب تو یہ ہے۔ کہ صرف شادی شدہ عورتیں ہی ان دوائیوں کو استعمال نہیں کرتیں۔ بلکہ کنواری لڑکیاں بھی۔ شادی کا تو اصل مطلب ہی خبط ہو جاتا ہے۔ برتھ کنٹرول کے متعلق موجودہ طریقہ کا پرچار خطرناک ہے شہوانی جذبہ ایک عمدہ جذبہ ہے۔ شرم کرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ مگر یہ جذبہ اولاد پیدا کرنے کے لیے عطا ہوا ہے۔ حمل کو روکنے کے طریقے پہلے بھی تھے۔ مگر ان کا استعمال برا سمجھا جاتا تھا۔ صحیح طریقہ اپنے نفس پر ضبط کرنا ہے۔ ہندوستان شاستروں میں آٹھ قسم کی مباشرت ہے۔ جن میں ایسی حرکات بھی شامل ہیں جو عورت سے

جذبات کو انگیخت دیتی ہیں۔

پاکیزہ زندگی کے لئے ایشور پر وشواس رکھنا ضروری ہے۔ میں تو اس بات کے حق میں ہوں کہ جوان لڑکے اور لڑکیوں کو اس کے متعلق سب بات سمجھا دینی چاہیئے

ہریجن (۲۸ر مارچ۔ ۲۵ر اپریل۔ ۲۱ر نومبر ۱۹۳۶ء)

غلطی کا اعتراف

غلطی کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اور غلطیوں کو معاف کر دینا بھی عین انسانی فعل ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہماری غلطی کے لئے سزا نہ دیں تو ہمیں دوسروں کو معاف کر دینا سیکھنا چاہیئے۔

اپنی غلطی کو مان لینا ایسے ہی ہے جیسے اپنے گھر کے کوڑے کرکٹ کو جھاڑو سے ہٹا دینا۔ غلطی کرنے کے باوجود اس پر اڑ جانا اچھا نہیں ہے۔

وشواس

جس انسان میں وشواس نہ ہو وہ سمندر کے اس خطرے کی مانند ہے جسے ساحل پر پھینک دیا جائے۔ ایسے خطرے کا نیست و نابود ہو جانا لازمی ہے۔ سمندر میں رہنے کی صورت میں ہر خطرہ اہمیت اختیار کرتا ہے۔ وشواس کے بغیر کوئی کام کرنا ایسا ہے جیسے کسی اتھاہ سمندر میں چھلانگ لگانا منزل پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ سیدھا راستہ اختیار کیا جائے۔

لیڈروں کی ضرورت نہیں

ہمیں اپنا پروگرام چلاتے وقت اتنی قابلیت پیدا کرنی چاہیئے کہ لیڈروں کے بغیر کام کر سکیں۔ اس کا مطلب ہے سلیف گورنمنٹ۔ کوئی گورنمنٹ ساری قوم کو جیل میں نہیں ڈال سکتی۔ اسے موزوں گورنمنٹ کے حق میں دستبردار ہونا

ہی پڑے گا۔

تعمیری پروگرام

تعمیری پروگرام کے بغیر آزادی مکمل نہیں ہوگی تعمیری پروگرام میں چرخہ کاتنا۔ فرقہ دارانہ اتحاد۔ بنیادی تعلیم۔ نشہ بندی۔ دیہات سدھار۔ اچھوت اُدھار۔ ستیہ اور اہنسا پر شوش تعلیم کا پرچار اور حفظانِ صحت خاص اہمیت رکھتا ہے۔ میری موت کے بعد میری سالگرہ کو بھلا دیا جائے گا۔ میں اپنی سالگرہ کو "کھدر ہفتہ" کے نام سے موسوم کر رہا ہوں۔

پہلے والدین

جب میں بنگال کا دورہ کر رہا تھا تو میرے کانوں تک ایک عجیب خبر پہنچی۔ ایک قومی ادارے کے رہنے والے یہ کہہ رہے تھے کہ ان کا پہلا فرض قوم کی خدمت کرنا ہے۔ اور بعد میں والدین کی خدمت اور اُن کا یہ بھی کہنا تھا کہ میں بھی ایسا ہی کہتا ہوں۔ اگر ینگ انڈیا میں کوئی ایسی بات لکھی گئی جس سے یہ خیال ہو گیا ہو تو میں ناظرین سے معافی کا طلبگار ہوں۔ مگر جہاں تک میں جانتا ہوں میں نے ایسا نہیں کہا۔ میں تو جو کچھ بھی بنا ہوں وہ اپنے والدین کی بدولت بنا ہوں۔ میرا تو بالکل شردن کمار جیسا رویہ اپنے والدین کی طرف رہا ہے۔ جب میں نے ایسا سُنا تو مجھے بڑا دُکھ ہوا۔ اور میں نے اپنے غصے کو مشکل سے روکا۔ جو نوجوان ایسا خیال دل میں لائیں گے وہ ٹھیک راستے پر نہ ہوں گے مگر آجکل وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے ہیں۔ اور یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ "ہمچو ما دیگرے نیست"

(ینگ انڈیا۔ ۲۵ر جون ۱۹۲۵ء)

باپو اپنے سیکرٹری کی نظر میں

گاندھی جی کے سیکرٹری شری پیارے لال کا مضمون

۲۹ جنوری ۱۹۴۸ء کی شام تک سب اچھا تھا۔ گاندھی جی اُس روز کافی دیر تک کانگرس کے نئے آئین کا مسودہ تیار کرتے رہے۔ ۲ جنوری کو واردھا جانے کا پروگرام تھا۔ شام کو ایک پریمی گاندھی جی کے دستخط حاصل کرنے آیا اور کہنے لگا "باپو! اخباروں میں چھپا ہے کہ آپ کل پرسوں واردھا جانے والے ہیں مجھے اپنے دستخط سے محروم نہ رکھئے۔" باپو نے جواب دیا۔ "اخباروں میں تو میں نے بھی پڑھا ہے کہ گاندھی جا رہا ہے۔ لیکن وہ کونسا گاندھی ہے۔ یہ میں بھی نہیں جانتا۔" گاندھی جی نے اُس روز پرارتھنا میں کہا کہ اس اندھیرے میں بھی مجھے روشنی نظر آنے کی آشا ہے۔ اس روز آشرم کی ایک عورت اپنی بیماری کا ذکر کرنے لگی۔ باپو نے جواب دیا کہ اگر تمہارے دل میں "رام نام" ہوتا تو بیماری کا حملہ نہ ہوتا لیکن ضرورت وشواس کی ہے۔ اسی رات گاندھی جی نے اپنی "لاٹھیوں" کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ میں لڑکیوں کو اپنی لاٹھیاں بننے کی اجازت دے دیتا ہوں۔ لیکن دراصل مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ایک عرصہ سے کسی چیز کے لئے دوسروں کا محتاج ہونا ترک کر دیا ہے۔ لڑکیاں مجھے باپ سمان سمجھ کر آتی ہیں اور میرے ماحول میں شامل ہوتی ہیں۔ لیکن میں بالکل بے نیاز ہوں۔ اس طرح کی باتیں کرتے کرتے گاندھی جی سو گئے۔

۳۰ جنوری کو وہ حسب معمول ۳ بجے صبح سویرے بیدار ہوئے۔ انہوں نے کچھ دیر پرارتھنا کی۔ اس کے بعد کام کے لئے بیٹھے اور پھر سو گئے۔ ۸ بجے مالش کا وقت تھا۔ میرے کمرے میں سے گذرتے ہوئے انہوں نے مجھے کانگرس کے نئے آئین کا مسودہ دیا۔ یہ مسودہ کیا تھا۔ گاندھی جی کی آخری وصیت اور نشانی تھی۔ اس کا کچھ حصہ انہوں نے گذشتہ رات تیار کیا تھا۔ اور مجھے نظر ثانی کا حکم دیا تھا۔

مالش ختم ہونے پر وہ پھر میرے کمرے سے گذرے۔ اور دریافت فرمایا کہ نظر ثانی کر چکے۔ گاندھی جی نے مدراس کا ذکر بھی کیا۔ اور کہا "وہاں کی وزارت خوراک کے متعلق تشویش کر رہی ہے۔ حالانکہ ناریل، کھجور، مونگ پھلی اور کیلے کی کثرت ہے۔ کئی قسم کے کند مول بھی ہیں۔ لوگ اپنے ذرائع کو استعمال کرنا جان لیں تو فاقہ کشی تک کبھی نوبت نہیں پہنچ سکتی۔ اس بارے میں ایک نوٹ تیار کر دو۔" میں نے نوٹ تیار کرنے کا وعدہ کیا۔ باپو غسل خانہ میں چلے گئے۔ اور جب نہا کر باہر آئے تو ان کا چہرہ ہشاش بشاش تھا۔ گذشتہ رات کی تکان دور ہو چکی تھی۔ انہوں نے مزاحیہ انداز میں آشرم کی کچھ لڑکیوں کو ان کی کمزور صحت پر طنزیں سنانا شروع کیا۔

جب گاندھی جی کو بتایا گیا کہ فلاں لڑکی گاڑی پر سوار نہیں ہو سکی کیونکہ اسے سواری نہیں مل سکی۔ تو گاندھی جی نے کہا۔ وہ پیدل چلکر کیوں نہ پہنچ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ اندھرا دیش کے دورہ میں ایک بار موٹر کا پٹرول ختم ہو جانے پر مجھے گاندھی جی نے یہ کہہ دیا تھا کہ ۳ میل پیدل چلیں گے۔ کاغذات اور سامان

بھی خود سر پہ اٹھا لے جائیں گے۔

۹½ بجے صبح انہوں نے بنگالی پڑھنے کی مشق کے بعد کھانا کھایا۔ جب سے انہوں نے نواکھلی کے دیہات میں "کرو یا مرو" کے حلف کے زیر اثر ننگے پاؤں دورہ کیا تھا۔ بنگالی پڑھنا ان کے معمول میں شامل ہو چکا تھا۔ گاندھی جی کی آخری خوراک کیا تھی۔ بکری کا دودھ۔ ابلی ہوئی اور کچی سبزیاں۔ سنگترے۔ کھٹے لیموں۔ جب میں نے انہیں آئین کا مسودہ واپس کیا تو وہ روٹی کھا رہے تھے۔ ایک جگہ پنچایت کے لیڈروں کے میزان میں غلطی ہو گئی تھی۔ گاندھی جی نے جھٹ اس طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے تمام ترمیموں اور تبدیلیوں کو بغور دیکھا۔

اس کے بعد میں نے انہیں ڈاکٹر راجندر پرشاد اور ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی سے اپنی ملاقات کے متعلق کچھ بیان کیا۔ ڈاکٹر شیام پرشاد مکرجی نے مشرقی بنگال کے متعلق بات چیت کی تھی۔ میں نے کہا کہ نواکھلی سے ہندوؤں کو منظم طریقے سے نکال لینا ہوگا۔ گاندھی جی نے پرزور لفظوں میں مخالفت کی۔ اور کہا کہ ہمیں اپنے لوگوں کو خودداری اور مذہبی آزادی کی خاطر "کرنے یا مرنے" کے لئے تیار کر دینا چاہیئے۔ ہوسکتا ہے کہ آخر میں صرف تھوڑے آدمی رہ جائیں لیکن کمزوری میں سے طاقت پیدا کرنے کا اور کوئی طریق نہیں ہے۔

دوپہر کے بعد شری سدھیر گھوش نے لندن ٹائمز میں شائع شدہ خط کا اقتباس سنایا جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ پنڈت نہرو بہتر ہیں اور سردار

پٹیل کو فرقہ پرست بتایا گیا۔ گاندھی جی نے یہ سُنکر کہا کہ میں ایک تقریر میں اس کا ذِکر کر چکا ہُوں۔ اور کچھ مزید کرنے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔

اُس روز ملاقاتوں کا تانتا بندھا رہا۔ دہلی کے مولوی بھی آئے۔ اور گاندھی جی نے انہیں بتایا کہ وہ ۱۱ فروری کو واردھا میں سیٹھ جمنالال بجاج کی برسی منانے کے بعد ۱۴ فروری تک دہلی میں واپس آجائیں گے۔ مسلمان لیڈروں نے گاندھی جی کے دورہ کی منظوری دیدی

مجھے ایک اور بات کے متعلق اجازت حاصل کرنا باقی تھا۔ میں نے پوچھا باپو کیا میں نواکھلی میں مسلمان عورتوں کے درمیان کام کرنے کے لیے . . . کو ساتھ لے جا سکتا ہُوں۔

ہاں ضرور" بس یہی تھے باپو کے آخری الفاظ

اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ ابدی خاموشی۔

۴½ بجے شام رمبھا شام کا کھانا لے آئی۔ اس سنسار میں باپو کا یہ آخری کھانا تھا۔ یہ بھی صبح کے کھانے کی طرح تھا۔

گاندھی جی کے ساتھ آخری ملاقات سردار پٹیل کی تھی۔ باپو نے کہا کہ میں نے تمہارے اختلافات کی افواہیں سنی ہیں۔ ملک کی تاریخ میں اس نازک مرحلہ پر وزارت کا اختلاف تباہی کا باعث بنے گا۔ آج پرارتھنا سبھا میں اس بات کا ذکر کروں گا۔ اور پرارتھنا کے بعد اس سلسلہ میں پنڈت نہرو سے بھی بات چیت کروں گا۔ اگر ضروری سمجھا تو میں واردھا جانے کا پروگرام بھی ملتوی کر دوں گا۔ باتیں کرتے کرتے پرارتھنا سبھا میں جانے کا وقت ہو گیا۔ اور یہ آخری پرارتھنا تھی

ملزموں کے حالات

ناتھورام ونایک گوڈسے

مہاتما گاندھی کے قتل کے سلسلے میں نو ملزم گرفتار ہوئے۔ (ملزم نمبر ۱) ناتھورام ونایک گوڈسے:۔ جس نے ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو گاندھی جی پر تین گولیاں چلائیں۔ ۱۹۱۱ء میں ایک برہمن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ ابتدائی تعلیم ریاست سانگلی میں حاصل کرتا رہا اس کے والدین اور دو بھائی آج کل رتناگری میں رہتے ہیں۔

ناتھورام نے ٹیلرنگ کا ڈپلومہ حاصل کیا اور درزی کی دوکان کھولی لیکن بعد میں پالٹیکس کا رجوع کیا۔ ۳۸-۱۹۳۷ء میں شری ساورکر کے سیکرٹری کے طور پر ہندوستان بھر کا دورہ کیا۔ مارچ ۱۹۴۴ء میں پونہ سے مرہٹی کا ایک اخبار "اگرونی" نکالا اور جب یہ بند ہو گیا تو ایک اور اخبار "ہندو راشٹر" کی ایڈیٹری سنبھالی۔ کچھ عرصہ یہ راشٹریہ سیوک سنگھ کا ممبر رہا۔ لیکن بعد میں علیحدگی اختیار کر لی۔ ۱۹۳۸ء میں گوڈسے نے حیدرآباد کے ستیہ آگرہ میں شرکت کی تھی۔ راشٹریہ سنگھ سے علیحدگی کے بعد گوڈسے نے ہندو راشٹر دل کے نام سے ایک سنستھا قائم کی۔ مرہٹی کا اخبار اگرونی اس سنستھا کے پروپیگنڈہ کے لئے وقف تھا۔ وکیل استغاثہ کا بیان ہے کہ گوڈسے کے اخبار میں مہاتما گاندھی کے خیالات کی بڑی مخالفت کی جاتی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں گاندھی جی اہنسا اور رواداری کا پرچار کر رہے تھے لیکن گوڈسے مسلمانوں سے انتقام لینے کی تلقین کر رہا تھا۔ وکیل استغاثہ کا کہنا ہے کہ اس اختلاف رائے

کے زیر اثر گوڈسے گاندھی جی کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے پر آمادہ ہو گیا۔ اسے موقعہ پر گرفتار کر لیا گیا۔ ناتھورام نے عدالت میں بیان دیتے وقت اپنے جرم کا اقبال کیا۔ حکومت نے گوڈسے کا بیان شائع کرنے پر پابندی لگا دی ہے۔ گوڈسے کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔

نارائن آپٹے

نارائن دتاتریہ آپٹے ۱۹۱۴ء میں پونہ میں پیدا ہوا۔ بی ایس سی کا امتحان پاس کر کے احمد نگر کے ایک سکول میں ملازمت اختیار کی۔ یہاں چھ سال تک ٹیچر رہا۔ اور ایک رائفل کلب کا اجرا بھی کیا۔ اسے گوڈسے کے اخبار کا منیجر بنایا گیا۔ نارائن آپٹے کے والد دینت آپٹے صوبہ بمبئی کے ایک مشہور تاریخ دان تھے۔ استغاثہ کے بیان کے مطابق آپٹے نے قتل کی سازش میں سرگرم حصہ لیا۔ اس سازش کی ابتدا اگست ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ کرکرے ۱۹۴۱ء سے آپٹے کا دوست تھا۔ بعد جنوری ۱۹۴۸ء میں اس نے گاندھی جی کی ہتیا کی سازش میں نمایاں پارٹ ادا کیا۔ ۲۰ جنوری کو مدن لعل نے مہاتما گاندھی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھینکا تو آپٹے برلا ہاؤس میں موجود تھا۔ گاندھی جی کی ہتیا کے بعد پولیس نے آپٹے کو ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کو بمبئی میں گرفتار کیا۔ آپٹے نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ میری رائفل کلب کی برانچیں کئی شہروں میں قائم کی گئی تھیں۔ اور ان میں بھارت سرکار کے ایک وزیر اور سپیکر بھی شامل تھے۔ مئی ۱۹۴۳ء مجھے اسسٹنٹ ٹیکنیکل ریکروٹنگ آفیسر مقرر کیا گیا اور ایئر فورس سے کنگز کمیشن ملا۔ میں گاندھی جی کے خلاف مظاہرہ کرنے گیا تھا۔ عدالت نے اسے سزائے موت کا حکم دیا

وشنو کرکرے

وشنو رامچرن کرکرے ۱۹۱۱ء میں ایک برہمن گھرانے میں پیدا ہوا۔ ۳۹-۱۹۳۸ء میں وہ ہندو سبھا کا ممبر بنا اور پالیٹکس میں دلچسپی لینے لگا۔ ۱۹۴۲ء میں فوج میں بھرتی ہوا۔ لیکن چند مہینوں کے بعد استعفےٰ دیدیا۔ بعد میں اُس نے احمد نگر میں ہوٹل کھولا جن دنوں مہاتما گاندھی نواکھلی کا دورہ کر رہے تھے کرکرے بھی نواکھلی میں تھا۔ نواکھلی کے فرقہ وارانہ فسادات کے متعلق اُس کا نظریہ گاندھی جی سے بالکل مختلف تھا تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں یہ شرنارتھیوں کا لیڈر بن گیا۔ نومبر میں مدن لال اتنا متاثر ہوا کہ کرکرے کا مداح بن گیا۔ کرکرے نے اُسے روزگار مہیا کرنے میں امداد دی۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں گوڈسے نے انہیں اپنی سکیم سے آگاہ کیا۔ اور یہ بھی مہاتما گاندھی کے قتل کی سازش میں شریک ہو گئے۔ گاندھی جی کے قتل کے بعد ۱۴ر فروری کو کرکرے گرفتار کر لیا گیا۔

سپیشل جج نے اُسے مجرم قرار دیتے ہوئے عمر قید کی سزا دی۔

بڈگے

(جو اقبالی گواہ بن گیا) دگمبر رام چرن بڈگے کا آبائی گھر مغربی خاندیش میں ہے۔ اس نے پونہ میں اسلحہ کی دوکان کھول رکھی تھی۔ شکل وصورت سے وہ سادھو معلوم ہوتا ہے۔ لمبی داڑھی رکھتا ہے۔ دوسرے ملزموں نے اُسے بھی مہاتما گاندھی کے قتل کی سازش میں شریک کر لیا۔ اور ۲۰ر جنوری کو جب مدن لال نے گاندھی جی پر بم پھینکا تو بڈگے بھی برلا ہاؤس میں موجود تھا۔ جب یہ ڈرامہ ناکام رہا تو بڈگے اور شنکر نے اپنا اسلحہ ہندو سبھا بھون کے عقب میں زمین میں دبا دیا۔ اور دہلی سے بھاگ نکلے۔ دوسرے ملزموں کی طرح بڈگے

بھی گرفتار ہو گیا اور جب مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تو یہ اپنے جرم کا اعتراف کر کے اقبالی گواہ بن گیا۔ استغاثہ نے اُس کو معافی دینا منظور کر لیا۔ بڈگے کا ملازم شنکر بھی ملزموں میں شامل ہے۔ بڈگے کا اقبالی بیان ۷ صفحوں پر مشتمل ہے۔ سپیشل جج نے اُس کی رہائی کا حکم دیا

مدن لال پاہوہ

مدن لال عمر ۲۰ برس۔ ذات پاہوہ ...... تقسیم ہند سے پہلے ضلع منٹگمری (مغربی پنجاب) میں رہتا تھا۔ شرنارتھی بن کر احمد نگر کے رفیوجی کیمپ میں پہنچا۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں کرکرے کے ساتھ تعارف ہوا۔ کرکرے ان دنوں ریلیف کا کام کر کے لیڈر بنا ہوا تھا۔ اُس نے روزگار پیدا کرنے کے معاملہ میں مدن لال کی امداد کی اور اسے اپنے گروہ میں شامل کر لیا۔

نومبر ۱۹۴۷ء میں مدن لال کو بمبئی لایا گیا۔ یہاں ایک پروفیسر (مسٹر جین) سے ملاقات ہوئی۔ پروفیسر نے اپنی چھپی ہوئی کتابیں اُسے فروخت کے لیے دیں لیکن مدن لال تھوڑے ہی دنوں میں احمد نگر واپس چلا گیا۔ یہاں گوڈسے اور آپٹے سے ملاقات کرائی گئی اور اُسے مہاتما گاندھی کے قتل کی سازش میں شریک کر لیا گیا ۱۲ جنوری کو جب وہ پھر بمبئی آیا تو اُس نے پروفیسر جین کو گاندھی جی کے قتل کی سازش کے متعلق کچھ اشارہ کیا۔ مدن لال کو اس بات کے لیے تیار کر لیا گیا کہ وہ ۲۰ جنوری کو پرارتھنا سبھا میں بم پھینکے گا۔ اس کے فوراً بعد دوسرے ملزم بھی بم پھینکیں گے اور جب کھلبلی مچ جائے گی تو ریوالور سے گولیاں چلا کر مہاتما گاندھی کی ہتیا کر دی جائے گی۔ ۲۰ جنوری کو پرارتھنا سبھا میں بم پھینکتے ہی مدن

لال گرفتار ہو گیا۔ اس نے اپنے بیان میں کہا کہ میں نے ۱۹۴۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ وائرلیس ٹیلی گرافسٹ کے طور پر فوج میں بھرتی ہوا۔ ۱۹۴۶ء میں مجھے فوجی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ پنجاب میں واپس آیا تو دیکھا کہ مسلم لیگ نے خضر وزارت کے خلاف تحریک شروع کر رکھی ہے۔ اس کے بعد فساد شروع ہوئے اور ملک کی تقسیم ہوئی۔ جب میں رفیوجی بن کر ہندوستان پہنچا تو پنجاب اور بمبئی کے کیمپوں میں کانگرس کے والنٹیر کے طور پر کام کرتا رہا۔ میں ہر چیز کو رفیوجیوں کے نکتہ نگاہ سے دیکھتا تھا۔ میں نے پنجاب کے شہروں میں ہندوؤں کو گولیوں کا نشانہ بنتے دیکھا۔ ہندوؤں کو دہلی میں جنوب سے آئے ہوئے فوجیوں کے ہاتھوں بھی ہلاک ہوتے دیکھا۔ میں نے ہندو رفیوجیوں کی آواز کو مہاتما گاندھی تک پہنچانے کیلئے پراتھنا سبھا میں ۲۰ جنوری کو کارروائی کی۔ مدن لال نے اپنے بیان میں اس بات کا اشارہ بھی کیا۔ کہ اس کے والدین جالندھر میں رہتے تھے اور اس کی شادی ہونے والی تھی۔

شنکر کسیتہ

شنکر کسیتہ بڈگے کی ملازمت کرتا تھا۔ گرفتاری کے وقت اس کی عمر ۲۰ برس تھی۔ پونہ میں کچھ عرصہ تک شاستر بھنڈار بیورو کے طور پر کام کرتا رہا۔ ۲۰ جنوری کو بم پھٹنے کے وقت یہ بھی برلا ہاؤس میں موجود تھا اور جانتا تھا کہ کیا کچھ ہونے والا ہے۔ ۲۰ جنوری کو بم پھٹنے کے بعد ہندو سبھا بھون کے عقب میں باقیماندہ اسلحہ دبانے کے کام میں بھی یہ شریک تھا۔ ۴ فروری کو شنکر کو گرفتار کر لیا گیا۔

شنکر نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں بڈگے کے ساتھ گھریلو

نوکر کے طور پر کام کرتا تھا۔ مجھے مہاتما گاندھی کے قتل کی سازش کا کوئی علم نہیں تھا۔ مجھے دہلی میں نوکر کے طور پر لایا گیا۔ میں گھریلو ملازم ہوں۔ کپڑے دھونا بھی گھر کی صفائی کرتا ہوں اور پانی بھرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ دیکھا بیان کر دیا

سپیشل جج نے اگرچہ اس کے لئے بھی عمر قید کی سزا تجویز کی تاہم یہ سفارش بھی کی کرشنگر نے جو کچھ کیا وہ مالک کے کہنے پر کیا اسلئے اسکو سات سال کی قید سخت کی سزا دینا ہی کافی ہے۔

گوپال گوڈسے

ملزم نمبر ۷۔ گوپال ونایک گوڈسے بعمر ۲۷ سال۔ ناتھو رام گوڈسے کا چھوٹا بھائی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں فوج میں بھرتی ہوا حملہ کی سازش کے دنوں میں وہ کرکی میں ملازم تھا۔ ایک پرائیویٹ کام کے بہانہ سے دس دن کی چھٹی حاصل کی۔ ۲۰ر جنوری کو بم پھینکے جانے کے وقت وہ برلا ہاؤس میں موجود تھا۔ اور جب مدن لال گرفتار ہوا تو وہ ٹیکسی میں سوار ہوکر بھاگ نکلا۔ پہلے متھرا گیا اور وہاں سے بمبئی پہنچا۔ یہاں پر ناتھو رام گوڈسے۔ آپٹے اور کرکرے سے پھر ملا۔ اور قتل کی ایک اور کوشش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۵ر فروری کو گوپال گوڈسے کو پونہ میں گرفتار کر لیا گیا۔

ایک سپاہی گواہ مسٹر ہلونڈ نے گوپال گوڈسے کے متعلق یہ بیان کیا کہ گوپال گوڈسے ۲۸ر جنوری سنہ ۱۹۴۰ء کو کرکی کے ڈپو میں اسسٹنٹ سٹور کیپر تھا۔ اگست ۱۹۴۰ء میں اسے فیروزپور میں تعینات کیا گیا تھا۔ اور اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء میں اسے سمندر پار بھیجا گیا۔ سنہ ۱۹۴۴ء میں فیروزپور میں واپس آیا۔ ۱۰ر مئی سنہ ۱۹۴۵ء کو ایم ڈی ایس کرکی میں تعینات تھا۔

دنایک دامودر ساورکر

ملزم نمبر ۸ - شری ساورکر کا جنم ۱۸۸۳ء میں ہوا تھا - پونہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد لندن میں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۰ء میں آپ کی گرفتاری کا حکم جاری ہوا شری ساورکر پر برطانوی حکومت کے خلاف جنگ چھیڑنے کا الزام لگایا گیا۔ تاریخ میں اس واقعہ کو "ناسک سازش کیس" سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ساورکر جی کو جہاز میں سوار کر کے لایا جا رہا تھا کہ مارسیلز کے نزدیک آپ آنکھ بچا کر سمندر میں کود پڑے اور ایک میل تیر کر کنارے پر پہنچے - لیکن فرانسیسی علاقہ میں آپ کو پھر گرفتار کر لیا گیا حراست کے متعلق جھگڑا پیدا ہو گیا اور معاملہ بین الاقوامی ٹربیونل کے سپرد ہوا بالآخر آپ کو ہندوستان لایا گیا اور عمر قید کی سزا دی گئی - چنانچہ ۱۴ برس انڈمان میں نظر بند رہے ۱۹۲۴ء میں ہندوستان لاکر رتناگری میں نظر بند کئے گئے۔ ۱۹۳۷ء میں پہلی مرتبہ کانگرس وزارت برسر اقتدار آئی - اور اس نے تمام پابندیاں منسوخ کر دیں گاندھی جی کے قتل کے مقدمہ کی سماعت ختم ہونے پر سپیشل جج نے انہیں بری کر دیا

پرچرے

ملزم نمبر ۹ - دتاتریہ سداشو پرچرے بعمر ۴۹ سال - گوالیار میں ڈاکٹر کے طور پر پریکٹس کرتے تھے۔ ہندو سبھا کے لیڈر تھے اور گوڈسے اور آپٹے کے رفیق کار - پرچرے کے پتا کی کچھ جائداد پونہ میں ہے۔ ۳۰ جنوری کو جب مہاتما گاندھی کے قتل کرنے کا ڈرامہ کامیاب نہ ہو سکا تو ملزم گوالیار پہنچے اور پرچرے سے پستول طلب کیا۔ ڈاکٹر پرچرے نے اپنا پستول تو نہ دیا لیکن کسی دوسرے سے لیکر دیدیا - آزمائش کی گئی اور یہ پستول تسلی بخش ثابت ہوا - ۵ فروری کو پرچرے کو گوالیار میں گرفتار کر لیا گیا - گرفتاری کے بعد پرچرے نے اقبالی بیان دیا

مقدمہ کی سماعت کا آغاز

استغاثہ کی کہانی

مہاتما گاندھی کی ہتیا کے مقدمہ کی سماعت ۲۷ رمئی ۱۹۴۸ء کو دہلی کے تاریخی لال قلعہ میں شروع ہوئی۔ یہاں سے صرف ۵۰ اگز دُور راج گھاٹ پر گاندھی جی کا انتم سنسکار ہوا تھا۔ استغاثہ کے بڑے وکیل شری کے سی دفرمی نے اپنا کیس پیش کرتے ہوئے کہا کہ ملزموں نے گاندھی جی کو قتل کرنے کی ابتدائی بات چیت اگست ۱۹۴۷ء میں کی تھی دسمبر ۱۹۴۷ء یا جنوری ۱۹۴۸ء میں قطعی سکیم تیار ہوگئی ہتیا سے دس روز پہلے جب ۲۰ رجنوری کو مہاتما گاندھی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھینکا گیا تو مدن لال اکیلا نہیں تھا۔ ساورکر اور پرچرے کے سوا باقی کے تمام ملزم پرارتھنا سبھا میں یا اس کے آس پاس موجود تھے۔ کچھ ملزم ۱۸ رجنوری کو دہلی پہنچے۔ اور کچھ ۱۲ رجنوری کو آئے۔ ۲۰ رجنوری کو یہ سب دیسی بموں پستولوں یا ریوالوروں سے مسلح تھے۔ سکیم یہ تھی کہ مدن لال ایک پٹاخے دگن کاٹن سلیب کو آگ لگا کر دھماکا پیدا کرے گا۔ اور دوسرے ملزم بم پھینک کر اور گولیاں چلا کر مہاتما گاندھی کا کام تمام کر دیں گے لیکن یہ ڈرامہ سرے نہ چڑھ سکا۔ مدن لال گرفتار ہوگیا اور دوسرے ملزم بھاگ گئے۔

گاندھی جی سے اختلاف: وکیل استغاثہ نے ملزموں کے ذاتی حالات

بیان کرتے ہوئے کہا کہ ناتھو رام گوڈسے ۱۹۴۴ء میں پونہ سے مرہٹی زبان کا روزانہ اخبار "اگرونی" شائع کیا کرتا تھا۔ آپٹے اس کا منیجر تھا۔ "اگرونی" اخبار میں گاندھی جی کی اہنسا اور رواداری کی سخت مخالفت کی جاتی تھی اور فرقہ وارانہ فسادات کے معاملے میں انتقامی کارروائی کرنے کی تلقین کی جاتی تھی

گاندھی جی سے اختلاف رائے رکھتے ہوئے۔ گوڈسے کا دماغی توازن کھو گیا۔ اور اس نے اہنسا کے پرچارک کو جان سے مار ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ گوڈسے ۱۹۳۹ء میں حیدرآباد کے ستیہ آگرہ میں شامل ہو چکا تھا۔ وہ کچھ عرصہ راشٹریہ سویم سیوک سنگھ کے لئے بھی کام کرتا رہا۔ بعد میں ہندو راشٹر دل کے نام سے ایک سنستھا قائم کی۔ "اگرونی" اخبار اس سنستھا کے پرچار کے لئے نکالا گیا تھا۔ مسٹر ساورکر نے اس اخبار کے لئے پندرہ ہزار روپیہ مالی امداد اور آشیرواد دی۔ آپٹے نے ہندو راشٹر دل قائم کرنے میں گوڈسے کو سرگرم امداد دی تھی۔ وہ احمد نگر میں چھ سات برس ٹیچر رہا تھا۔

آپٹے کرکرے کو بھی جانتا تھا۔ کرکرے کے احمد نگر میں ایک دو ہوٹل ہوا کرتے تھے۔ اس سے پہلے وہ چند مہینے فوج میں ملازم رہا۔ کرکرے ۳۹-۱۹۳۸ء میں ہندو مہاسبھا کا ممبر بنا۔ اور ۱۹۴۱ء میں آپٹے سے جان پہچان ہوئی۔ جن دنوں مہاتما گاندھی نواکھلی کا دورہ کر رہے تھے۔ کرکرے بھی اُن دنوں نواکھلی میں تھا

نومبر ۱۹۴۷ء میں وہ احمد نگر میں شرنارتھیوں کی بحالی میں دلچسپی لے رہا تھا۔ اس دوران میں مدن لال سے رابطہ پیدا ہوا۔ مدن لال اس کے کام سے بہت متاثر ہوا۔ کرکرے نے مدن لال کا آپٹے اور گوڈسے سے بھی تعارف کرایا۔ گوڈسے اور آپٹے بھانپ گئے۔ کہ مدن لال کے دل میں بھی گاندھی جی کے خلاف جذبہ

موجزن ہے۔ کشمیر اور حیدر آباد کے مسائل پیدا ہو چکے تھے۔ جب مہاتما گاندھی نے فرقہ دارانہ اتحاد کے لئے برت رکھا تو ملزم ان تمام واقعات سے بہت مشتعل ہوئے گوڈسے آپٹے اور کرکرے نے مدن لال کو مہاتما گاندھی کے خلاف انتہائی قدم اُٹھانے پر آمادہ کر لیا۔ گوپال گوڈسے ناتھو رام کا بھائی تھا اُسے بھی سازش میں شریک کر لیا گیا۔ بڈگے اور اُس کے ملازم شنکر کو اسلحہ کی ہمرسانی کے لئے ساتھ ملایا گیا۔ آپٹے اور گوڈسے وی ڈی ساورکر کو اپنا گورو اور رہنما سمجھتے تھے "اگرنی" اخبار جاری کرتے وقت مسٹر ساورکر نے پندرہ ہزار روپیہ مالی امداد اور آشیرواد دی تھی مسٹر ساورکر نہ صرف یہ جانتے تھے کہ ملزم کیا کرنے والے ہیں بلکہ اُن کی امداد کے بغیر قتل کی واردات کا ہونا مشکل تھا۔

(یہ استغاثہ کا بیان ہے سپیشل جج نے شری ساورکر کو بری کر دیا)

ملزم مدن لال کی بمبئی میں ایک پروفیسر جین سے پہچان تھی۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں وہ پروفیسر جین کی چھپی ہوئی کتابیں فروخت کرتا رہا تھا۔ ۱۰ر جنوری کو وہ گوڈسے اور آپٹے کے ہمراہ احمد نگر سے بمبئی پہنچا اور ۱۲ر جنوری کو پروفیسر جین سے ملا۔ بات چیت میں اُس نے مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سازش کے متعلق کچھ اشارہ کیا۔

مسٹر ساورکر کا گوڈسے۔ آپٹے اور کرکرے سے گہرا تعلق تھا وہ جب کبھی بمبئی سے باہر جاتے تھے۔ آپٹے یا گوڈسے ہمراہ ہوتا تھا۔ ۱۴ر جنوری کو گوڈسے اور آپٹے ساورکر سے دادر میں ملے۔ اور ۱۷ر جنوری کو دہلی روانہ ہوئے۔ قتل کی سازش دسمبر ۱۹۴۷ء کے آخر یا جنوری کے ابتدائی دنوں میں تیار کی گئی تھی۔ کرکرے اور مدن لال ۹ر جنوری کو پونہ گئے تھے۔ یہاں مدن لال رہا۔ مدن لال اور کرکرے بڈگے

کی دوکان پر بھیجے گئے۔ بڈگے کا ملازم شنکر بھی موجود تھا۔ یہاں کچھ دستی بم دیکھے گئے۔ ۱۰ جنوری کو بڈگے اور کرکرے بمبئی آئے۔ اور مدن لال کرکرے سے ملے ۱۴ جنوری کو ناتھورام گوڈسے نے ۲ ہزار روپے کی بیمہ پالیسی کی نامزدگی آپٹے کی بیوی کے نام کر دی یعنی روپیہ حاصل کرنے کا حقدار اسے بنایا گیا۔ ۱۴ جنوری کو گوڈسے اور آپٹے دادر پہنچے۔ مدن لال۔ بڈگے اور شنکر بھی بمبئی آ چکے تھے۔ بڈگے کے پاس ایک تھیلے میں پانچ دستی بم اور کچھ آتشگیر مسالہ تھا۔ اسی روز تین ہزار روپے کی ایک بیمہ پالیسی گوپال گوڈسے کی بیوی کے نام منتقل کرائی گئی

قتل کے پردے میں

مہاتما گاندھی کے منصوبہ قتل کی کہانی بیان کرتے ہوئے وکیل استغاثہ نے کہا کہ کرکرے اور مدن لال پشاور ایکسپریس میں سوار ہو کر دہلی روانہ ہوئے۔ ۱۷ جنوری کو دہلی روانہ ہونے والے جہاز کی دو سیٹیں بھی بک کرائی گئیں۔ یہ ٹکٹیں گوڈسے اور آپٹے کے لئے تھیں۔ لیکن جعلی نام پیش کئے گئے۔ ملزمان ۱۷ جنوری ہی کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی آ گئے۔ اور بڈگے اور شنکر ۱۹ جنوری کو آئے۔

۲۰ جنوری کو آپٹے اور شنکر اور بڈگے صبح سویرے برلا ہاؤس میں گئے۔ آپٹے نے دوسرے ملزمان کو پرارتھنا کی جگہ دکھائی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ گاندھی جی کے خیمہ میں دستی بم پھینکا جائے گا۔ ملزمان کے پاس دو بندوقیں پانچ دستی بم اور دیگر سامان موجود تھا۔ دوپہر کو یہ اسلحہ تقسیم کر دیا گیا۔ ایک دستی بم مدن لال کو دیا گیا ایک شنکر

کر اور بڈگے کو۔ گوڈسے اور کرکرے کے پاس بھی ایک ایک بم موجود تھا۔ سکیم یہ تھی کہ مدن لال بم پھینک کر کھلبلی پیدا کر دیگا۔ دوسرے ملزم بھی بم پھینکیں گے۔ اور اس دوران میں پستول چلا کر مہاتما گاندھی کا کام تمام کر دیا جائے گا۔ لیکن اس سکیم پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ مدن لال بم پھینکتے ہی گرفتار ہو گیا اور دوسرے ملزم بھاگ نکلے۔ آپٹے۔ ناتھو رام گوڈسے۔ شنکر۔ بڈگے اور گوپال گوڈسے ٹیکسی میں سوار ہو کر نو دو گیارہ ہو گئے۔

بڈگے اور شنکر نے دہلی سے نکلنے سے پہلے کچھ اسلحہ ہندو سبھا بھون کے پیچھے زمین میں دبا دیا۔ ناتھو رام گوڈسے اور آپٹے پہلے کانپور گئے۔ اور یہاں سے کلیان اور بمبئی پہنچے۔ کرکرے ۲۱ر جنوری کو ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ گوپال گوڈسے متھرا اور وہاں سے بمبئی چلا گیا۔ بمبئی میں ناتھو رام گوڈسے آپٹے۔ کرکرے اور گوپال گوڈسے پھر جمع ہوئے۔ ۲۷ر جنوری کو ناتھو رام گوڈسے اور آپٹے بذریعہ ہوائی جہاز پھر دہلی روانہ ہوئے۔ اور اسی دن گوالیار چلے گئے اور ۲۹ر جنوری کو ریوالور حاصل کر کے دہلی آ گئے۔ ۲۸ر جنوری کو کرکرے بھی دہلی آ چکا تھا۔ ریوالور کی آزمائش کی گئی۔ اور تسلی بخش ثابت ہوا۔

۳۰ر جنوری کو یہ سب ملزمان برلا ہاؤس میں گئے۔ مہاتما گاندھی حسب معمول پرارتھنا کے لئے آئے۔ ابھی انہوں نے چبوترے کے دو تین سیڑھیوں پر ہی قدم رکھا تھا کہ ناتھو رام گوڈسے ان کے قریب آ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ وہ پاؤں چھونا چاہتا ہے۔ مہاتما گاندھی صرف ڈیڑھ دو فٹ دور کھڑے تھے۔ ناتھو رام نے پستول نکالا اور تین گولیاں چلائیں پستول میں سات . . .

گولیاں تھیں۔ دو گولیاں جسم کو پار کر گئیں۔ لیکن ایک اندر رہی جسم کو پار کرنیوالی دو گولیاں اور تین کارتوس برآمد ہوگئے۔ ناتھورام کو موقعہ پر گرفتار کر لیا گیا۔ برلا ہاؤس کے ایک مالی نے قاتلانہ حملہ سے متاثر ہو کر ناتھو رام کے سر پر چوٹ لگائی۔ خون بہنے لگا اور بعد میں اُس کا علاج کیا گیا۔

آپٹے اور کرکرے ۱۷ فروری کو بمبئی پہنچ گئے۔ اُنہوں نے اپنے ہوٹل تبدیل کر لئے۔ ۱۴ فروری کو یہ دونوں گرفتار کر لئے گئے۔ ۶ فروری کو شنکر بھی گرفتار ہو چکا تھا۔ ۵ فروری کو گوپال گوڈسے پونا میں گرفتار کیا گیا۔ اور ۱۴ فروری کو مسٹر ساورکر کو بھی حراست میں لے لیا گیا۔ پرچرے ۵ فروری کو گوالیار میں گرفتار ہُوا۔

فردِ جُرم

۲۲ جون کو جج نے ملزموں کے خلاف الزامات سناتے ہوئے کہا کہ میں ناتھورام ونائک گوڈسے عمر (۳۷ سال) نارائن ڈی آپٹے عمر (۳۴) سال۔ وشنو کرکرے عمر (۳۷ سال) مدن لال پاہوا عمر (۲۰ سال) شنکر کشتیہ عمر (۲۰) سال گوپال ونائیک گوڈسے عمر (۲۷ سال) ونائیک ڈی ساورکر عمر (۶۵) سال اور دتا تریہ ایس پرچرے عمر (۴۹) سال

ملزموں پر یہ الزام لگاتا ہوں۔ سب سے پہلے تم ملزموں ناتھورام ونائک گوڈسے۔ نارائن ڈی آپٹے۔ وشنو آر کرکرے۔ مدن لال پاہوا۔ شنکر کشتیہ گوپال گوڈسے۔ ونائیک ڈی ساورکر اور دتا تریہ۔ ایس پرچرے نے یکم دسمبر ۱۹۴۷ء اور ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کے درمیانی عرصہ میں پونا۔ بمبئی۔ دہلی

اور دوسرے مقامات پر آپس میں اور ڈگمبر آر باوگے جس نے وعدہ معاف گواہ بننے کے لیئے درخواست دی ہے اور گنگا دھر ایس ڈنڈوتے، گنگا دھر دیو اور سوریا دیو شرما اور چند دوسرے اشخاص کے ساتھ جو مفرور ہیں۔ ایک غیر قانونی کارروائی یعنی موہن داس کرم چند گاندھی کو جنہیں عام طور پر مہاتما گاندھی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قتل کرنے کی سازش کی اور اس بات پر آپس میں رضامند ہو گئے۔ اور اس رضامندی اور سازش کے مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو دہلی میں مہاتما گاندھی کو قتل کیا گیا اس طرح سے تم نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۰ بی اور دفعہ ۳۰۲ کے ماتحت جرم کا ارتکاب کیا۔

اس سمجھوتہ اور سازش کے مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۴۸ء اور ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کے درمیان نتھورام گاڈسے۔ آپٹے۔ کرکرے۔ مدن لال۔ شنکر اور گوپال گاڈسے نے باڈگے کی معیت میں دہلی کو لائسنس کے بغیر اسلحہ اور بارود منتقل کیا۔ جس میں دو ریوالور اور کچھ کارتوس شامل تھے۔ اس طرح سے تم نے قانون اسلحہ کی دفعہ ۱۰ کے ماتحت جرم کا ارتکاب کیا جو قانون اسلحہ کی دفعہ ۱۵ کے ماتحت قابل سزا ہے۔

(۲) تم نے مذکورہ بالا جرم کے ارتکاب میں ایک دوسرے کی مدد کی اور اس طرح ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جو قانون اسلحہ کی دفعہ ۱۹ ڈی ڈی ڈی اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۰۹ اور ۱۱۴ کے ماتحت قابل سزا ہے۔

ب (۱) دہلی میں تمہارے پاس لائسنس کے بغیر اسلحہ اور بارود یعنی دو پستول اور کارتوس تھے۔ اس طرح سے تم قانون اسلحہ کی دفعہ ۱۴ اور ۱۵ کی خلاف ورزی

کر رہے تھے۔

ب (۲) دہلی میں تم نے مذکورہ بالا جرم کا ارتکاب کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کی اور اس طرح سے جرم کا ارتکاب کیا جو قانونی اسلحہ کی دفعہ ۱۹ ایف ایف ایف اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۱۴ کے ماتحت قابل سزا ہے۔

(۳) تمہارے قبضہ میں پھٹنے والے مادے یعنی شورے اور گندھک کے تیزاب میں ملا ہوا آتشگیر مادہ اور پانچ دستی بم تھے۔ جو تم نے اپنے پاس لوگوں کی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالنے کی غرض سے رکھے ہوئے تھے۔ اس طرح تم نے پھٹنے والے مادہ کے قانون کی دفعہ (بی-بی-بی-بی) کے ماتحت جرم کا ارتکاب کیا۔

د (۲) مذکورہ بالا جرم کے ارتکاب میں ایک دوسرے کی مدد کی اور اس طرح سے جرم کا ارتکاب کیا۔ جو پھٹنے والے مادہ کی دفعہ ۴ (بی-بی-بی) اور دفعہ ۶ کے ماتحت قابلِ سزا ہے۔

ب (۱) تمہارے پاس اور تمہارے قبضہ میں پھٹنے والے مادے مثلاً روئی سے شورے اور گندھک کے تیزاب میں ملا ہوا مادہ پانچ دستی بم اور آتشگیر مادہ تھا۔ ان حالات میں یہ معقول شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیزیں تمہارے پاس کسی جائز غرض کے لئے نہیں تھیں۔ اس طرح سے تم نے پھٹنے والے مادوں کے قانون کی دفعہ ۵ کے ماتحت جرم کا ارتکاب کیا۔

ب (۲) تم نے مذکورہ جرم کے ارتکاب میں ایک دوسرے کی مدد کی اور اس طرح سے جرم کا ارتکاب کیا جو پھٹنے والے مادوں کے قانون کی دفعہ ۵-۶ کے

ماتحت قابلِ سزا ہے۔

(۴) اس باہمی سمجھوتہ اور سازش کے مطابق ۱ (۱) تم مدن لال پاہوا نے ۲۰ر جنوری ۱۹۴۸ء کو برلا ہاؤس دہلی میں غیر قانونی طور پر اور کینہ کے جذبہ کے ماتحت پھٹنے والا مادہ پھینکا۔ یہ اس قسم کا تھا جس سے جان کا خطرہ تھا اور جائداد کو شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس طرح سے تم نے جرم کا ارتکاب کیا جو پھٹنے والے مادہ کے قانون کی دفعہ ۳ کے ماتحت قابلِ سزا ہے

(۳) نتھورام ونایک گاڈسے۔ نارائن آپٹے۔ وشنو کرکرے شنکر کشتیہ اور گوپال گوڈسے نے ڈگمبر آر باڈگے کی معیت میں مذکورہ بالا جرم کے ارتکاب میں مدن لال پاہوا کی امداد کی۔ اور اس طرح سے پھٹنے والے مادوں کے قانون کی دفعہ ۳ اور ۶ کے ماتحت جرم کا ارتکاب کیا۔

(۵) اس باہمی سمجھوتہ اور سازش کے مطابق ۳۰ر جنوری ۱۹۴۸ء تم نتھو رام گاڈسے۔ نارائن آپٹے۔ وشنو کرکرے۔ مدن لال پاہوا۔ شنکر کشتیہ۔ گوپال ڈی گاڈسے اور ونایک ڈی ساورکر نے ڈگمبر آر باڈگے کی معیت میں مہاتما گاندھی کے قتل کے جرم کے ارتکاب میں ایک دوسرے کی مدد کی جس کی سزا پھانسی یا عمر قید کی سزا ہے۔ اس طرح سے ایسے جرم کا ارتکاب کیا گیا جو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۱۵ اور ۳۰۲ کے تحت قابل سزا ہے۔

عدالت کا فیصلہ

عدالت کی زبان سے

شری آتما چرن سپیشل جج نے بھی اپنے فیصلہ کی ابتدا میں مقدمہ کی مختصر تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ سماعت کے دوران میں ملزموں کو لال قلعہ میں رکھا گیا۔ لال قلعہ کا یہ حصہ ایک خاص حکم کے ذریعے سے "جیل خانہ" قرار دیا گیا تھا۔ ۲۷ مئی ۱۹۴۸ء کو ملزموں کے خلاف الزامات پڑھ کر سنائے گئے۔

۲۱ جون کو بڈگے کو وعدہ معاف گواہ قرار دیا گیا۔ ملزموں نے الزامات کی صحت سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ان کے خلاف مقدمہ چلایا جائے۔ استغاثہ کے بڑے وکیل مسٹر سی کے دفتری ایڈووکیٹ جنرل بمبئی تھے۔ ان کی امداد کے لئے ان اور وکیل میسرز بیگر آدھار کر۔ جے سی شاہ۔ اور جوالا پرشاد تھے۔

ملزموں میں سے ناتھو رام گوڈسے کی وکالت مسٹر وی۔ وی اوک نے کی۔ آپٹے کے وکیل مسٹر منگلے اور ڈوانے تھے۔ کرکرے کے ڈانگے۔ ان لال کے بینر جی شنکر کشتیہ کے مہتہ۔ گوپال گوڈسے کے منیار۔ پی۔ ایل انعامدار۔ اور جی کے دڈا۔ شری ساورکر کی طرف سے میسرز ایل۔ بی بھوپٹکر۔ جمنا داس مہتہ گنپت رائے رکے۔ ایل بھوپٹکر۔ اور ای۔ پی آئر پیش ہوئے۔ دتاترے پرچرم کے وکیل میسرز پی۔ ایل انعامدار اور ایس۔ این جوہری تھے۔ شنکر کشتیہ کے وکیل کی فیس حکومت نے ادا کی تھی۔ کرکرے زیادہ تر مرہٹی ہی سمجھ سکتا تھا۔

شنکر کشتیہ تیلگو اور کچھ ہندوستانی، مدن لال ہندوستانی اور پنجابی۔ گواہوں نے انگریزی، گجراتی، ہندوستانی، مرہٹی اور پنجابی میں بیان قلمبند کروائے اور اس سلسلہ میں تین ترجمان مسٹر ذوالکر، مس کماملا، اور مسٹر ایم آر ہالدہ مقرر کیے گئے۔ ۲۴ جون کو سپیشل جج نے سماعت کے سلسلہ میں برلا ہاؤس کا معائنہ بھی کیا۔ استغاثہ کے بیان ۲۴ جون کو شروع ہوئے۔ اور ۶ نومبر تک جاری رہے۔ ۱۴۹ گواہوں کے بیان ۷۲۰ صفحوں پر مشتمل تھے۔ استغاثہ نے ۴۰۴ دستاویزات اور ۸۰ مختلف اشیاء عدالت میں پیش کیں۔

ملزموں کے بیان ۸ نومبر کو شروع ہوئے اور ۲۲ نومبر کو ختم ہو گئے۔ یہ بیان ۱۰۶ صفحوں پر مشتمل ہیں۔ شنکر کشتیہ کے سوائے باقی تمام ملزموں نے تحریری بیان داخل کیے۔ ملزموں نے صفائی کی کوئی شہادت پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ دلائل کا آغاز یکم دسمبر کو ہوا۔ اور وہ ۳۰ دسمبر تک جاری رہیں۔ ناتھورام گوڈسے نے خود بحث کی اور شری ساورکر کی طرف سے مسٹر ایل آر بھاسن نے کی۔

ملزم بھیس بدل کر گئے

فاضل جج نے ۲۰ جنوری کو گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھٹنے کے متعلق اقبالی گواہ کے بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۲۰ جنوری کو مرینہ ہوٹل کے غسل خانہ میں گن کاٹن سلیب اور دستی بموں سے ضروری تاریں وغیرہ باندھی گئیں۔ ناتھورام گوڈسے نے کہا کہ یہ ان کی آخری کوشش ہے اور سارا کام ٹھیک طریق سے سرانجام ہونا چاہیئے۔ آپٹے نے یہ تجویز کیا

کہ تمام ملزم نام تبدیل کر کے جائیں۔ چنانچہ ناتھورام گوڈسے نے دیش پانڈے کا، کرکرے نے بیاس کا، آپٹے نے کارکر کا، شنکر نے ٹکارام کا اور بڈگے نے بندوپنت کا نام اختیار کیا۔ لباس بھی تبدیل کئے گئے۔ ناتھورام گوڈسے نے آدھے بازوؤں والی قمیض اور فوجی طرز کی خاکی رنگ کی نکر پہنی۔ آپٹے نے ایئر فورس جیسا گہرے نیلے رنگ کا کوٹ اور پاجامہ پہنا۔ کرکرے نے دھوتی نہرو فیشن کی قمیض اور گاندھی ٹوپی پہنی۔ مدن لال پاہوہ کوٹ پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ اور گوپال گوڈسے کوٹ قمیض اور نکر۔ شنکر کشتیہ قمیض، کوٹ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ وشنو کرکرے نے مصنوعی مونچھیں لگالیں۔ اور بھنوؤں کو سیاہ کر لیا۔ اس کے ماتھے پر سرخ نشان بھی تھا۔

ملزم برلا ہاؤس کے پچھلے دروازے سے داخل ہوئے۔ پروگرام کے مطابق سوا پانچ بجے شام ملزم مدن لال نے گن کاٹن سلیب کو دیا سلائی لگائی۔ مہاتما گاندھی کی پرارتھنا کے چبوترے سے ½ ۷۵ گز دور دھماکہ ہوا۔ مدن لال موقعہ پر ہی گرفتار کر لیا گیا۔ مدن لال کو گرفتاری کے بعد ½ ۹ بجے رات پارلیمنٹ سٹریٹ کے تھانہ میں لیجایا گیا۔ اور وہاں پوچھ تاچھ کی گئی۔ اسی کی نشاندہی پر اسے میرینہ ہوٹل میں لیجایا گیا۔ مدن لال نے کمرہ نمبر ۴۰ کی طرف اشارہ کیا۔ تلاشی لینے پر اس کمرے سے ٹائپ شدہ دستاویز برآمد ہوئی۔ جس پر مسٹر آسوتوش لہری جنرل سیکرٹری آل انڈیا ہندو مہاسبھا کا مہاتما گاندھی کے برت اور ان کے سات نکات کے پروگرام کے متعلق ایک بیان درج تھا۔

فاضل جج نے استغاثہ کی شہادتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ [illegible]

۱۰ار جنوری سے شروع ہوئیں ۔ ۱۰ار جنوری کو بڈگے نے گوڈسے کو اسلحہ مہیا کرنے کا وعدہ کیا ۔ ۱۲ار جنوری کو مدن لال نے بمبئی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر جے سی جین کو اس سازش کا اشارہ کر دیا ۔ اور کہا کہ مہاتما گاندھی پر بم پھینکنے کا کام اس کے سپرد کیا گیا ہے ۔

پنڈت نہرو اور سہراوردی کو ختم کرنے کی کہانی

۱۴ار جنوری کو واردات کے لئے پونہ سے اسلحہ حاصل کیا گیا ۔ یہ اسلحہ بمبئی میں ایک مہنت ڈکھشت مہاراج کے مکان پر رکھا گیا ۔ ۱۵ار جنوری کو ناتھورام گوڈسے اور آپٹے نے دہلی جانے کے لئے ہوائی جہاز میں جعلی ناموں سے دو سیٹیں بک کروائیں ۔ یہ جہاز ۱۷ار جنوری کو روانہ ہونے والا تھا ۔ اسی روز ڈیکھشت مہاراج کے مکان سے وہ تھیلا واپس لیا گیا جس میں واردات کے لئے اسلحہ موجود تھا ۔ ڈیکھشت مہاراج کو ایک دو ریوالور مہیا کرنے کی فرمائش بھی کی گئی ۔ سلطانی گواہ کے بیان کے مطابق ڈیکھشت مہاراج کے مکان پر یہ کہا گیا کہ "شری ساورکر مہاتما گاندھی ، پنڈت نہرو ۔ اور سہراوردی کو ختم کر دا دینا چاہتے ہیں" ۔ ۱۶ار جنوری کو دگمبر بڈگے اور ناتھورام گوڈسے پونہ میں تھے ۔ یہاں سے وہ گوپال گوڈسے کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے ۔ ناتھورام گوڈسے نے ایک چھوٹا سا پستول ریوالور میں تبدیل کرنے کی خواہش ظاہر کی ۔ چنانچہ ایک شخص شرما سے پستول کے بدلے بڑا ریوالور حاصل کیا گیا ۔ گوپال گوڈسے کی چھٹی کے لئے درخواست رد ہو چکی تھی ۔ اس نے ایک اور عرضی پیش کی ۔ یہ منظور ہو گئی ۔ ۱۷ار جنوری کو بیدلوگ

بمبئی واپس آئے۔ اس روز دہلی روانہ ہونے سے پہلے مختلف بہانوں سے کچھ چندہ بھی جمع کیا گیا۔ استغاثہ کا بیان ہے کہ اس روز مسٹر ساورکر کا آشیرباد بھی حاصل کیا گیا۔ اور ساورکر نے یہ کہا کہ گاندھی جی کے ۱۰۰ برس پورے ہو چکے ہیں۔ اب ان کا (ملزموں کا) کام یقیناً کامیاب ہوگا۔

بڈگے کا آخری وقت پر انکار

فاضل جج نے استغاثہ کی شہادتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دہلی پہنچ کر یہ فیصلہ ہوا تھا کہ کرکرے۔ مدن لال، شنکر، گوپال گوڈسے اور بڈگے ایک ایک دستی بم پھینکیں گے۔ شنکر کشتیا اور بڈگے کو ایک ایک ریوالور دینے کا فیصلہ بھی ہوا۔ مدن لال کو حکم دیا گیا کہ وہ آپٹے سے اشارہ ملنے پر گن کاٹن سلیب پھینکے۔ بڈگے ریوالور سے گولیاں چلائے گا۔ اور گوڈسے کا اشارہ ملنے پر دستی بم پھینکے گا۔ برلا ہاؤس کا رخ سب سے پہلے کرکرے اور مدن لال نے کیا۔ بعد میں نارائن آپٹے گوپال گوڈسے بڈگے اور شنکر روانہ ہوئے۔ ناتھو رام گوڈسے نے کہا تھا کہ وہ کچھ دیر بعد پہنچے گا۔ آپٹے پہلے ٹیکسی میں سوار ہو کر ہندو سبھا بھون میں گیا۔ اور پھر برلا ہاؤس پہنچا۔ مدن لال نے نارائن آپٹے کو بتایا کہ اس نے گن کاٹن سلیب کو تیار کر لیا ہے۔ بڈگے سے کہا گیا کہ وہ پروگرام کے مطابق برلا ہاؤس میں ملازموں کے کوارٹر میں داخل ہو جائے۔ اور وہاں سے نشانہ بنائے۔ لیکن بڈگے نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں سامنے سے حملہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن کمرہ کے اندر جانے سے ڈرتا ہوں۔ یہ کہکر وہ ٹیکسی سے دو ریوالور اٹھا لایا جو

تولئے میں لپٹے ہوئے تھے ناتھورام گوڈسے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ آپٹے کی طرف
سے اشارہ ملنے پر وہ پرارتھنا سبھا کی طرف بڑھا۔ نارائن آپٹے نے مدن لال
کو اپنا پارٹ ادا کرنے کا حکم دیا۔ ناتھورام گوڈسے نارائن آپٹے اور گوپال گوڈسے
خود تو ٹیکسی میں سوار ہو کر برلا ہاؤس سے باہر چلے گئے۔ اس اثنا میں مدن لال نے
گن کاٹن سلیب کو آگ لگا دی تھی۔ یہ بم برلا ہاؤس کے احاطہ کی عقبی دیوار پر
رکھا گیا تھا۔ مدن لال گرفتار ہو گیا۔ اور بڈگے اور شنکر تانگہ میں سوار ہو کر
ہندو سبھا بھون کی طرف بھاگ گئے۔ ہندو سبھا بھون میں پہنچ کر انہوں
نے دستی بموں اور دوسرے اسلحہ کو جنگل میں پھینک دیا۔ گوڈسے اور آپٹے
کو علم ہوا تو گالی گلوچ تک نوبت پہنچی۔ بڈگے اور شنکر اسی روز پونہ روانہ ہو
گئے۔ ناتھورام گوڈسے اور نارائن آپٹے نے بھی کانپور کے راستہ سے بمبئی کا رخ
کیا۔ کرکرے۔ اور گوپال گوڈسے اگلی صبح دہلی سے بھاگ نکلے۔ ڈیفنس نے
یہ کہا ہے کہ گوڈسے ۲۰ جنوری کو پرارتھنا سبھا میں نہیں تھا۔ بلکہ ہوٹل میں بیمار تھا
۲۴ جنوری کو آپٹے اور ناتھورام گوڈسے نے بمبئی میں ایک اور پروگرام
بنایا۔ ۲۵ جنوری کو انہوں نے دوبارہ دہلی جانے کے لیے ہوائی جہاز کی
سیٹیں بک کروائیں۔ ۲۷ جنوری کو جہاز روانہ ہوا۔ اسی روز دہلی پہنچنے پر
گوڈسے اور آپٹے گوالیار روانہ ہو گئے۔ یہاں انہوں نے پرچرے سے
پستول حاصل کیا۔ ۲۹ جنوری کو گوڈسے نے دہلی اسٹیشن کے مسافر خانہ
میں قیام کیا۔ آپٹے اور کرکرے بھی ہمراہ تھے۔ ۳۰ جنوری کو پانچ بجے
شام گوڈسے برلا ہاؤس پہنچا۔

جب گاندھی جی پرارتھنا کے چبوترے کی چھٹی ساتویں سیڑھی پر قدم رکھ رہے تھے تو گوڈسے نے تین گولیاں چلائیں۔ گاندھی جی کے منہ سے ہے رام" کے الفاظ نکلے اور وہ گر پڑے۔ ناتھورام گوڈسے کو گرفتار کر لیا گیا۔

مسٹر نندلال مہتہ موقعہ پر موجود تھے۔ ان کی رپورٹ پر مقدمہ درج کیا گیا۔ اسی روز تحقیقات شروع ہو گئی۔ اور اس مقصد کے لئے بمبئی کے ڈپٹی کمشنر پولیس کو ۳۱ جنوری کو دہلی پولیس کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کر دیا گیا۔

۳۱ جنوری کو بڈگے (اقبالی گواہ) کو پونہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ پرچرے ۳ فروری کو۔ گوپال گوڈسے ۵ فروری کو پونہ میں۔ ساورکر ۵ فروری کو بمبئی میں۔ اور شنکر کشتیہ بمبئی میں ۶ فروری کو گرفتار ہوا۔ نارائن آپٹے اور کرکرے کی گرفتاری بھی ۱۴ فروری کو بمبئی میں ہوئی۔

۱۱ فروری کو شنکر کشتیہ کی نشاندہی پر ہندو مہا سبھا بھون کے عقب سے دو جگہوں پر اسلحہ برآمد ہوا جس میں دستی بم اور کارتوس وغیرہ شامل تھے۔ ۱۸ فروری کو پرچرے نے گوالیار میں اقبالی بیان دیا ۲۶ فروری کو وہ جگہ دکھائی جہاں پستول کی آزمائش کی گئی تھی۔ بعد میں بمبئی اور دہلی میں ملزموں کی شناخت کا کام شروع ہوا۔

عدالت کی نظر میں

قتل کی سازش

۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو تین گولیاں چلیں۔ مہاتما گاندھی کا نحیف جسم ہمیشہ کے لئے پیوندِ خاک ہو گیا۔ ہتھیارے نے غیر مبہم الفاظ میں ارتکاب جرم کا اعتراف کیا۔ لیکن استغاثہ اور ڈیفنس (صفائی) میں اسبات پر بھاری اختلاف پایا گیا کہ آیا گاندھی جی کا قتل کسی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا یا فردِ واحد کے جنون کا المناک انجام۔

شری آتما چرن سپیشل جج نے مقدمہ کی سماعت کے بعد یہ قرار دیا کہ گاندھی جی کا قتل ایک سوچی سمجھی ہوئی سازش کا نتیجہ تھا۔ فاضل جج نے ۲۰۴ فل سکیپ صفحوں کے فیصلہ میں لکھا ہے:-

(۱) یہ ثابت ہو گیا ہے کہ گاندھی جی کو قتل کرنے کی سازش جنوری ۱۹۴۸ء کے آغاز میں مرتب ہو چکی تھی۔ اور یہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء تک قائم رہی۔ قتل کی سازش پونہ، بمبئی، دہلی اور دوسری جگہوں پہ کی گئی۔ اور سازشیوں میں کم از کم ناتھو رام گوڈسے، آپٹے، کرکرے، مدن لال، شنکر، گوپال گوڈسے، پرچرے، اور بڈگے جسے معافی دی گئی، ضرور شامل ہیں۔

(۲) ناتھو رام گوڈسے نے مہاتما گاندھی کو منصوبہ سے اور سوچ سمجھ کر دیدہ دانستہ قتل کیا۔ گوڈسے نے اپنے جرم کی نوعیت کو کم ظاہر کرنے کی کوئی کوشش

نہیں کی۔ اور نہ ہی ایسی کوئی کوشش ممکن تھی۔

(۳) مہاتما گاندھی کے قتل کے معاملہ میں آپٹے کا کام بھی کچھ کم زبون اور شدید نہیں ہے۔ وہ جرم کے ہر مرحلہ پر بحیثیت قیادت کرتا رہا۔ اور انتہائی نازک وقت پر وہ منظر سے بھاگ کھڑا دیا جائے واردات میں بغیر حاضر رہا۔ اس کا دماغ کام نہ کرتا تو مہاتما گاندھی غالباً کبھی قتل نہ ہوتے۔

(۴) ساورکر کے خلاف استغاثہ کا کیس محض اقبالی گواہ بڈگے کے بیان پر قائم ہے۔ اور اقبالی گواہ کی داستان کی بنا پر ہی کوئی فیصلہ کر لینا درست نہ ہوگا۔ (مفصل ریمارکس ۱۶۱ صفحہ پر ہیں)

(۵) صفائی کے وکیل مسٹر پی۔ آر۔ داس نے کہا ہے کہ مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کے لئے اگر کوئی سازش تھی تو وہ ۲۰ جنوری کو ختم ہو گئی تھی اور کہ ۳۰ جنوری کو مہاتما گاندھی کو ناتھورام گوڈسے نے قتل کیا۔ اس معاملہ میں کسی دوسرے ملزم کی کوئی ذمہ واری نہیں ہے۔ اصطلاحی طور پر سازش کا مطلب دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا کسی جرم کے ارتکاب کے لئے معاہدہ کرنا ہے لیکن یہ ثابت کرنے کے لئے ریکارڈ پر کوئی ایسی چیز نہیں لائی گئی۔ کہ ملزموں نے ۲۰ جنوری کو بم پھینک کر ناکام ہونے کے بعد مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سازش ترک کر دی تھی۔ شہادتیں تو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ گوڈسے اور آپٹے ۲۰ جنوری کے بعد بھی نام بدل کر پھرتے رہے۔ بمبئی میں گوپال گوڈسے اور کرکرے کی پراسرار ملاقات ہوئی۔ گوڈسے اور آپٹے نے دادا مہاراج اور ڈکشت مہاراج سے ریوالور طلب کیا۔ وہ نام بدل کر بمبئی سے پھر دہلی پہنچے۔ یہاں سے گوالیار گئے۔ اور پرچرے کی معرفت

پستول حاصل کیا۔ گوڈسے نے اسی پستول سے مہاتما گاندھی کی ہتیا کی۔ ان حقائق سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ۲۰ جنوری کی ناکامی کے بعد بھی سازش قائم تھی اور گوڈسے نے ۳۰ جنوری کو اسی سازش کے ماتحت مہاتما گاندھی کو قتل کیا۔

سازش کی ابتدا کب ہوئی

(۶۱) فاضل جج نے لکھا ہے کہ استغاثہ کی طرف سے اس بارے میں کوئی واضح شہادت نہیں دی گئی کہ سازش کی ابتدا کب ہوئی اور کہاں ہوئی اور کس کی طرف سے ہوئی۔ تاہم ملزموں کی نقل و حرکت کی اطلاعات سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سازش کم از کم ۹ جنوری کو وجود میں آ چکی تھی۔ جب آپٹے نے کرکرے، مدن لال اور دو مزید اشخاص کو بڈگے کی دکان پہ "مال" دیکھنے بھیجا۔ ناتھو رام گوڈسے اس تصویر میں پہلی بار ۱۰ جنوری کو نمودار ہوا۔ جب اس نے آپٹے کے ہمراہ بڈگے سے دو بم دگن کاٹن سلیب) اور پانچ دستی بم طلب کئے۔ بڈگے ان لوگوں کی سازش میں ۱۵ جنوری کو شریک ہوا۔ جب اس نے گوڈسے اور آپٹے کے ہمراہ دہلی جانے پہ آمادگی ظاہر کی۔ گوپال گوڈسے بھی اس سازش میں ۱۴ جنوری کو شریک ہو چکا ہو گا۔ جب کہ اس نے سات دن کی رخصت کے لئے درخواست دی۔ شنکر کشتیہ قتل کی سازش میں ۲۰ جنوری کو شامل ہوا۔ جب بڈگے نے اسے برلا ہاؤس جانے کا مقصد بتایا۔ ملزم پرچرے اس سازش میں ۲۷ جنوری کو شریک ہوا۔ جب

اِس نے ناتھو رام گوڈسے کو پستول دینا منظور کر لیا۔
(۷) میں یہ قرار دیتا ہوں کہ ناتھو رام گوڈسے - آپٹے - کرکرے - مدن لال
شنکر کشتیہ - گوپال گوڈسے - اور پچرے دفعہ ۱۲۰ بی ضابطہ فوجداری
(سازش) کے ماتحت جرم کے مرتکب ہیں۔

ایک الزام ثابت نہ ہو سکا

(۸) فاضل جج نے ملزموں کے خلاف دوسرے الزامات کا ذکر کرتے ہوئے
لکھا ہے کہ استغاثہ کا بیان ہے کہ ملزم بمبئی سے دو ریوالور بلا لائسنس
دہلی لے آئے اور ہندو سبھا بھون کے عقبی جنگل میں ان کی آزمائش
کرتے رہے۔ یہ ریوالور برآمد نہیں ہوئے۔ اس لئے یہ الزام ثابت نہیں
ہو سکا۔

(۹) ۲۰ جنوری کو مدن لال نے جو بم (گن کاٹن سلیب) پھینکا تھا اس
کے متعلق فاضل جج نے لکھا ہے کہ یہ زندگی کے لئے خطرہ پیدا
کر سکتا تھا۔ اس لئے مدن لال آتشگیر مادہ کے قانون کے تحت مجرم قرار دیا
جاتا ہے۔

(۱۰) گوڈسے اور آپٹے کے خلاف گوالیار سے پستول لانے کا الزام
ثابت ہو گیا ہے۔

(۱۱) جہاں تک برلا ہاؤس میں مہاتما گاندھی کے قتل کے وقت آپٹے
اور کرکرے کی موجودگی کا تعلق ہے استغاثہ اسے ثابت نہیں کر سکا۔

(۱۲۰) یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۲۰ جنوری کے بعد بڈگے اور شنکر قتل کی سازش سے الگ ہو گئے تھے۔ لیکن گوپال گوڈسے اس میں شامل رہا۔

شری ساورکر کا معاملہ

(۱۳۱) فاضل جج نے لکھا ہے کہ ونایک دامودر ساورکر کے خلاف استغاثہ کا کیس محض بڈگے کے بیان پر مبنی ہے۔ استغاثہ نے اس سلسلہ میں مس شانتا بائی اور اے۔ کے کوٹین کے بیانات کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن بڈگے نے ساورکر سے جو الفاظ منسوب کئے ہیں (جاؤ اور کامیاب الیں آؤ) دونوں بیانات سے ان کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ استغاثہ اس امر کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکا کہ ساورکر نے اس قسم کے الفاظ وعدہ معاف گواہ کی موجودگی میں مہاتما گاندھی کے قتل کے سلسلہ میں کہے تھے۔ اس لیے وعدہ معاف گواہ کے بیان کی بنا پر ساورکر کے متعلق کوئی فیصلہ کر لینا درست نہ ہوگا۔ یہ یقین کرنے کے لیے کوئی وجہ موجود نہیں ہے کہ ۲۰ اور ۳۰ جنوری کے واقعات میں ساورکر کا کوئی ہاتھ تھا۔ استغاثہ یہ ثابت نہیں کر سکا کہ گوڈسے اور آپٹے، ساورکر سدن میں ساورکر سے ملنے گئے تھے۔ وہاں اور لوگ بھی تو رہتے ہیں۔

ملزموں کے باہمی تعلقات

(۱۴۱) فاضل جج نے ملزموں کے باہمی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

ناتھورام گوڈسے "ہندو راشٹر" اخبار کا ایڈیٹر ہے۔ اور آپٹے اس کا مینجر۔ دونوں ہندو مہاسبھائی ہیں اور ایک جیسے سیاسی خیالات رکھتے ہیں۔ تعلقات کے لحاظ سے ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔

ملزم کرکرے احمد نگر کا باشندہ ہے۔ وہ بھی ہندو مہاسبھائی ہے۔ ناتھورام گوڈسے اور آپٹے سے اس کی پرانی جان پہچان ہے۔ علاوہ ان کا ہم خیال ہے۔ مدن لال پاہوہ پنجاب سے آیا ہوا شرنارتھی ہے۔ اس کا پہلے کرکرے سے تعارف ہوا اور پھر اس کی معرفت گوڈسے اور آپٹے سے۔ بڈگے بھی ہندو مہاسبھائی ہے۔ وہ اسلحہ کی خرید و فروخت کرتا ہے۔ ملزم شنکر کشتیہ اس کا ملازم ہے۔ گوپال گوڈسے ناتھورام گوڈسے کا بھائی ہے۔ ونایک ساورکر ہندو مہاسبھا کے سابق پردھان ہیں۔ پرچرے گوالیار ہندو سبھا کا لیڈر بتایا جاتا ہے۔

ہندوستان کی تقسیم کا اثر

(۱۵) فاضل جج نے اپنے فیصلہ میں ہندوستان کی تقسیم کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کو "انڈین ڈومینین" اور "پاکستان ڈومینین" میں تقسیم کر دیا گیا۔ کانگریس نے جن حالات میں ہندوستان کی تقسیم منظور کی یہاں ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمام یا کچھ ملزموں نے ملک کی تقسیم کو شدت سے محسوس کیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان میں اقلیت سے جو سلوک ہوا وہ سب جانتے ہیں۔ اور یہاں

بیان کا محتاج نہیں ہے۔ مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں اقلیت پہ جوابی حملے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ مہاتما گاندھی کے اس اقدام کو بھی تمام یا چند ملزموں نے بُری طرح سے محسوس کیا۔ ہندوستان میں مہاتما گاندھی کو اقلیت کے مفاد کی حفاظت کے لئے جد وجہد کرتے ہوئے دیکھ کر ملزموں نے ان کا کام تمام کر دینے کی سازش کی۔

ملزموں کے بیانات پر تبصرہ

(۱و۲) ناتھورام گوڈسے نے کہا ہے کہ مہاتما گاندھی کو قتل کرنا اس کا انفرادی کام تھا۔ اس نے دوسرے ملزموں کے ساتھ کوئی بھی سازش نہیں کی تھی۔ آپٹے کا بیان ہے کہ وہ گوڈسے کے ساتھ گاندھی جی کے اس برت کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے دہلی پہنچا تھا جو پاکستان کو بھارت سرکار سے ۵۵ کروڑ روپیہ دلوانے کے لئے رکھا گیا تھا۔ کرکرے کا بیان ہے کہ وہ مدن لال کی شادی کے انتظامات کے سلسلہ میں دہلی آیا۔ اور کہ گاندھی جی سے ملنے والے شرنارتھیوں کے وفد میں شامل ہونا چاہتا تھا۔

مدن لال پاہوہ کا بیان بھی اسی مطلب کا ہے۔ بم پھینکنے کے متعلق یہ بیان کرتا ہے کہ وہ بڈگے سے گن کاٹن سلیب اور دستی بم دہلی کے شرنارتھی کیمپ میں فروخت کے لئے لایا تھا۔ وہ گرفتار ہونا چاہتا تھا اور گاندھی جی کو شرنارتھیوں کی مشکلات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

شنکر کشتیہ کا بیان ہے کہ اس نے جو کچھ کیا اپنے آقا بڈگے کے حکم کی تعمیل میں کیا۔ اسے قتل کی سازش کا کوئی علم نہیں تھا۔

گوپال گوڈسے نے کہا ہے کہ وہ ۱۷ جنوری سے ۲۵ جنوری تک چھٹی پر تھا۔

وناثک ساورکر کا بیان ہے کہ اگر کوئی سازش تھی تو انہیں اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ گوڈسے اور آپٹے پر ان کا کوئی اقتدار نہیں تھا۔

پرچرے نے کہا کہ گوڈسے اور آپٹے دہلی میں مظاہرہ کیلئے والنٹیر بھرتی کرنے آئے تھے۔ پستول لینے نہیں آئے تھے۔ گوڈسے اور آپٹے بھی ۱۷ جنوری کو دہلی پہنچنے کا مقصد گاندھی جی کے خلاف مظاہرہ کرنا بیان کرتے ہیں۔

لیکن ڈیفنس اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکا کہ ناتھو رام گوڈسے نے ۲ ہزار کی بیمہ پالیسی آپٹے کی بیوی اور ۳ ہزار کی بیمہ پالیسی گوپال گوڈسے کی بیوی کے نام متعلقہ تاریخوں میں کیوں منتقل کی۔

۱۷۱۔ صفائی کے وکیلوں نے گوڈسے اور آپٹے کے نام تبدیل کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بمبئی گورنمنٹ ان کے خلاف فرقہ وارانہ مضامین کی بنا پر مقدمہ چلانے کی دھمکیاں دے چکی تھی۔ اسی لیے گوڈسے اور آپٹے گاندھی جی کے خلاف مظاہرہ کے وقت تک اپنے نام پوشیدہ

رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن مہینہ گورنمنٹ کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ تو صرف بین پر تھا۔ وہ ہی
بین پر امن مظاہرین پر کیسے اعتراض کر سکتی تھی۔ ایسے حالات میں نام تبدیل کرنے
کی متذکرہ وجہ میں کوئی وزن دکھائی نہیں دیتا۔

(۱۸) ڈیفینس یہ بھی نہیں بتا سکا۔ کہ ملزم ۲۰ جنوری کو برلا ہاؤس میں دھماکہ سے
کچھ دیر پہلے ایک ہی وقت پر کیونکر اکٹھے ہو گئے۔ اس بات کا بھی کوئی جواب نہ
دیا گیا۔ کہ دھماکہ کے وقت گروہ سے اور آپٹے برلا ہاؤس سے کیوں بھاگ گئے۔

(۱۹) مدن لال نے کہا ہے۔ کہ اسے بم شرنارتھیوں میں فروخت کرنے کے لئے دئے گئے
تھے۔ لیکن بڈگے نے اس بات سے انکار کیا ہے۔ اور اس بات میں اور اس کوئی
وزن نظر نہیں آتا۔ کہ وہ مدن لال جیسے شرنارتھی کو اسلحہ فروخت کے لئے پیش کر۔
جبکہ ڈیفینس نے خود کہا ہے۔ کہ وہ پہلے سے ایک دوسرے کے واقف کار بھی نہ تھے
نیز ہیں مدن لال کی شنسم کے رفیوجی اس وقت ہزاروں کی تعداد میں مل سکتے تھے۔ یہ
امر بھی قابل غور ہے۔ کہ آپٹے کا کوٹ مدن لال سے برآمد ہوا تھا۔

(۲۰) مدن لال کا بیان ہے۔ کہ وہ خود گرفتار ہو کر مہاتما گاندھی کو شرنارتھیوں کے دکھ
درد سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن مدن لال کی گرفتاری کے بعد ایسی کوئی کوشش
نہیں کی گئی۔ اس لئے یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ کہ بم پھینکنے کا
مقصد گاندھی جی کو شرنارتھیوں کی شکایات سے آگاہ کرنا تھا۔

(۲۱) شنکر کستیّہ کا بیان ہے۔ کہ وہ ملازم کی حیثیت میں کام کرتا رہا۔ اسے
سازش کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہے۔ کہ ۲۰
جنوری کو آپٹے کو برلا ہاؤس میں کام کی نوعیت بتائے بغیر لے جایا گیا تھا۔

(۲۲) گوپال گوڈسے کا بیان ہے۔ کہ وہ ۱۵ جنوری سے ۲۴ جنوری تک رخصت پر تھا۔ لیکن اس نے نصف اتفاقیہ رخصت بغیر کسی مقصد کے لئے کیوں لے لی۔ اس نے چھٹی کی درخواست میں رخصت لینے کی کوئی واضح وجہ بیان نہیں کی۔ ۱۰ جنوری کو گوپال گوڈسے کو ۲۵۰ روپیہ ناتھورام اور آپٹے کے مشترکہ حساب میں سے دیا گیا تھا۔ اگر یہ ذاتی کام کے لئے ہوتا۔ تو ناتھورام خود ادا کرتا۔ ہزار روپے کے مشترکہ حساب میں سے نہ دیا جاتا۔

ڈیفنس اس بات کا بھی جواب نہیں دے سکا۔ کہ ۲۰ جنوری کو گوپال گوڈسے بم پھینکنے کے فوراً بعد برلا ہاؤس سے کیوں بھاگ نکلا؟

فاضل جج نے ۴۰۲ فل سکیپ صفحوں کے فیصلہ میں ملزموں کی نقل و حرکت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ بہت سے نتائج نقل و حرکت کی خبروں ہی سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ فاضل جج نے اپنے فیصلہ کی ابتدا میں ملزموں کے مختصر حالات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور تمام ملزموں کے متعلق یہ الفاظ نمایاں طور سے لکھے ہیں۔ کہ وہ ہندو ہیں۔

مقدمہ کی سماعت کی ابتدا میں ہی فرد جرم عائد کر دی گئی تھی۔ اور ڈیفینس نے اس طریق کار پر اعتراض کیا تھا۔ لیکن فاضل جج نے قوانین کے حوالے دیکر ثابت کیا ہے۔ کہ سارا طریق کار قانون کے عین مطابق تھا۔

فاضل جج نے سزاؤں کے جواز کے متعلق یوں لکھا ہے۔

سزاؤں کا جواز

(۲۲) ناتھورام گوڈسے نے مہاتما گاندھی کو جان بوجھ کر قتل کیا۔ اسے تختۂ پھانسی پر لٹکا دینا چاہیے۔

آپٹے نے بھی اعانت قتل میں جرم کے ہر مرحلہ پر رہنمائی کی۔ اور نازک موقعہ پر منظر سے روپوش ہو گیا۔ اگر جرم کی تہ میں اس کا دماغ کام نہ کرتا۔ تو مہاتما گاندھی شائد قتل ہی نہ ہوتے۔ اسے صرف موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔

جہاں تک وشنو کرکرے۔ گوپال گوڈسے اور پرچورے کا تعلق ہے۔ میری رائے میں انہیں عمر قید کی سزا ملنی چاہیے۔ یہ کم سے کم سزا ہے۔

انصاف کا تقاضا ہے کہ مدن لال شنکر کستیہ کو بھی عمر قید کی سزا دی جائے۔ تاہم شنکر کستیہ نے جو کچھ کیا۔ وہ محض اپنے آقا بڈگے کے حکم کی تعمیل میں کیا۔ اس لئے وہ کچھ نرم سلوک کا مستحق ہے۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ کہ اس کی سزا سات برس قید کی سزا میں تبدیل کر دی جائے۔

فاضل جج نے ملزموں کو قتل کے الزام کے علاوہ قانون اسلحہ اور آتشگیر مادہ کے قانون کی خلاف ورزی کے الزامات میں بھی سزائیں دی ہیں۔ ناتھورام گوڈسے اور آپٹے کو ۹½ برس قید کی سزا دی گئی۔ وشنو کرکرے کو ۱۰ سال۔ مدن لال کو ۲،۵ سال۔ شنکر کو ۲،۲ سال اور گوپال گوڈسے کو ۵ برس قید کی سزا دی گئی۔ کچھ الزامات ایسے بھی ہیں۔ جن میں یہ تمام ملزم بری کر دئے گئے ہیں۔ سزائیں بیک وقت شروع ہونے کا حکم دیا گیا۔ اس لئے عمر قید کی سزا ہی حقیقی سزا سمجھی جا سکتی ہے۔ شنکر کے معاملہ میں

واضح طور سے کہا گیا ہے۔ کہ اس کے لئے صرف سات سال قید کی سزا کافی ہے۔

وعدہ معاف گواہ

(۴۳) سپیشل جج نے وعدہ معاف گواہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ وگمبر۔ باڈگے کو پہلی مرتبہ ۲۰ مئی کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس کا کوئی وکیل نہیں تھا۔ سرکاری خرچ پر وکیل مہیا کرنے کی پیشکش کی گئی۔ لیکن اس نے کہا۔ کہ وہ سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دے گا۔ وکیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت کوئی بیان قلمبند نہیں کیا گیا تھا۔ بعد میں اس نے دوبارہ تفتیش کنندہ افسر مسٹر ناگروالا سے ملاقات کی۔ ۲ جون کو حب رتہ سرکار نے ایک آرڈیننس جاری کر کے عدالت کو ملزم کو وعدہ معاف قرار دینے کا اختیار دیا۔ ۲۱ جون کو عدالت نے اس سلسلہ میں وکیل استغاثہ کی درخواست منظور کر لی۔ وکیل صفائی نے بڈگے کو معافی دئے جانے اور اس کا بیان ابتدا میں قلمبند کئے جانے کے متعلق جو اعتراض اٹھائے ہیں۔ وہ قابل تسلیم نہیں ہیں۔

وعدہ معاف گواہ پر سات دن جرح ہوتی رہی۔ اس نے تمام سوالوں کے براہ راست جواب دئے۔ کوئی شخص ایک غیر معمولی طاقت کی بنا پر ہی کہانی کو یاد نہیں رکھ سکتا۔ ڈالفینس نے اعتراض اٹھایا ہے۔ کہ ۹ جنوری کو جو شخص کرکرے اور مدن لال کے ہمراہ بڈگے کے مکان پر گئے تھے۔ انہیں عدالت میں پیش کیوں نہیں کیا گیا۔ استغاثہ کے بیان سے یہ ظاہر ہے کہ وہ بہترین کوشش کے باوجود عدالت میں نہیں لائے جا سکے ان کا سراغ نہیں ملا۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ اگر وہ مل جاتے۔ تو بھی مقدمہ کی موجودہ نوعیت میں کوئی فرق نہ پڑتا۔

پرچرے کا معاملہ

(۵ الف) پرچرے کے متعلق ڈیفینس نے اعتراض کیا تھا۔ کہ وہ ریاست گوالیار کا باشندہ ہے۔ اور دہلی کی عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ فاضل جج نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ پرچرے "ہندوستان میں مقیم برطانوی باشندہ ہے"۔ اور ہندوستان کی آزادی کے قانون مصدرہ ۱۹۴۷ء میں درج ہے۔ کہ اگر کوئی برطانوی باشندہ ہندوستان کی کسی ریاست میں جرم کا ارتکاب کرے گا۔ تو اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائیگا۔ جو کسی صوبہ میں اس کے ارتکاب جرم پر کیا جا سکتا ہے۔ "برطانوی باشندہ" کی جو تعریف قانون آزادی میں درج ہے۔ پرچرے اس کی زد میں ہے۔ پرچرے کا باپ سدا شو گوپال پرچرے پونہ میں پیدا ہوا تھا۔ پرچرے کی پیدائش کے وقت وہ برطانوی باشندہ تھا۔ پونہ میں اس کی جائداد موجود تھی۔ استغاثہ نے بمبئی یونیورسٹی کے مختلف کیلنڈر اور نتائج کی فہرستیں پیش کی ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ سدا شو گوپال پرچرے نے ۱۸۷۹ء میں بمبئی یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔ سدا شو پرچرے کا فوٹو بھی پیش کیا گیا۔ اور اس پر احمد آباد کے ہیڈ ماسٹر کی ۱۸۸۰ء کی تصدیق درج ہے سدا شو پرچرے کے متعلق ایک اور دستاویز ۳ مئی ۱۹۲۳ء کے "جے پرتاپ" اخبار میں شائع شدہ مضمون ہے۔ اس بات کا شمہ بھر ثبوت مہیا نہیں کیا گیا۔ کہ برطانوی باشندہ ہونے کی قومیت ترک کر کے ریاستی قومیت اختیار کی گئی تھی۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ملزم پرچرے برطانوی باشندہ (BRITISH SUBJECT) ہے۔

اور اس کے خلاف دہلی کی عدالت میں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ گوالیار میں پرچورے کا جو اقبالی بیان قلمبند کیا گیا تھا۔ اس پر بھروسہ نہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ مسٹر آر۔ بی اٹل نے ملزم کا اقبالی بیان یہ اطمینان کر لینے کے بعد قلمبند کیا تھا۔ کہ وہ رضاکارانہ طور پر دیا جا رہا ہے۔ اس میں ترغیب، دھمکی یا وعدے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ملزم کو متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اقبالی بیان دینے کی وجہ سے اسے کن نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ۳۰ جنوری کو پرچورے سنسنی خیز خبر کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے خبر سنکر مٹھائی تقسیم کی۔

دستاویزات اور اشیاء

تفتیش کے دوران میں چند دستاویزات اور مختلف اشیاء پر قبضہ کیا گیا۔ سپیشل جج نے ان پر تبصرہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ مدن لال کی گرفتاری کے بعد مرینہ ہوٹل کے کمرہ نمبر ۴۰ سے ایک ٹائپ شدہ کاغذ برآمد کیا گیا تھا۔ اس میں ہندو مہا سبھا کے جنرل سیکرٹری مسٹر اشوتوش لہری کے ایک بیان میں مہاتما گاندھی کے برت اور مہاتما گاندھی کے سات نکات کا ذکر ہے۔ استغاثہ یہ ظاہر نہیں کر سکا کہ اس مسودہ کا جرم سے کیا تعلق ہے۔ یہ ٹائپ شدہ مسودہ کوئی انکشاف نہیں ہے۔

پونہ میں ناتھو رام گوڈسے کے کمرہ سے کچھ مادہ برآمد ہونے کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ لیکن شہادتوں سے یہ ظاہر ہے۔ کہ کمرہ ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ ان حالات میں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جو چیزیں کمرے سے برآمد ہوئی تھیں۔ وہ گوڈسے کے قبضہ سے ملی تھیں۔

ایک اور شہادت گوپال گوڈسے کے قبضہ سے خاکی ہتھیار برآمد ہونے کے متعلق ہے۔ لیکن اس تھیلے کے متعلق کوئی میمو تیار نہیں کیا گیا۔ برآمدگی کے متعلق چارلس نیونام کے صرف ایک گواہ کا بیان کافی نہیں ہے۔

شناخت پریڈ پر اعتراض

(۲۷) آٹھویں باب میں فاضل جج نے شناخت پریڈ کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ وکیل صفائی کا یہ الزام تسلیم کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔ کہ شناخت پریڈ کے وقت ناتھو رام گوڈسے کو دوسرے اشخاص سے نمایاں طور پر مختلف دکھایا گیا تھا۔ شناخت کا سارا کام منصفانہ طور پر ہوا ہے۔ مجھے اس بات میں کوئی ہرج نظر نہیں آتا۔ کہ گواہوں کو شناخت پریڈ کے لئے ریل گاڑی کے ایک ہی ڈبہ میں لے جایا گیا تھا اور استغاثہ کے گواہوں نے ملزموں کی شناخت خود دیکھ کر کی

بڈگے نے کہا ہے۔ کہ ۳

جنوری کی صبح کو پلان تیار کرنے کے سلسلہ میں وہ برلا ہاؤس گیا تھا۔ ڈیفینس نے اعتراض اٹھایا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں برلا ہاؤس کے گیٹ کیپر اور کوارٹروں میں رہنے والے کسی ملازم کو گواہ پیش کیوں نہیں کیا گیا۔ میرے نزدیک یہ عین ممکن ہے کہ اس وقت گیٹ کیپر اور ملازموں نے ان لوگوں کی آمد کو کوئی اہمیت نہیں دی ہوگی۔

ملزموں کی پراسرار سرگرمیاں

(۲۸) فاضل جج نے ملزموں کی نقل و حرکت کے متعلق استغاثہ کی شہادتوں

تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ نومبر ۱۹۴۷ء میں ملزم آپٹے پونہ پہنچا۔ اور
وہاں بڈگے سے اسلحہ کی خریداری کا مطالبہ کیا۔ بڈگے نے چند دنوں کی مہلت مانگی۔ اور
بعد میں اسلحہ جمع کر لینے کے متعلق اطلاع دی۔ آپٹے نے جواب میں لکھا۔ کہ اس
کی پارٹی کے آدمی دورہ پر ہیں۔ مال ان کی واپسی پر خریدا جائیگا۔ چنانچہ دسمبر
۱۹۴۷ء میں آپٹے پھر پونہ پہنچا۔ اس نے دکان سے اسلحہ حاصل کرنے کا
کام کرکرے کو سونپ دیا۔ اور کرکرے مدن لال وغیرہ چند اشخاص کو ہمراہ لے کر
بڈگے سے ملا۔ دوکان پر انہیں دستی بم اور گن کاٹن سلیب وغیرہ دکھائے
گئے۔ اگلے روز آپٹے کی موجودگی میں ریوالور بھی طلب کئے گئے۔ لیکن بڈگے نے
معذوری ظاہر کی۔ لیکن دو گن کاٹن سلیب اور پانچ دستی بم مہیا کرنا منظور کر لیا
بڈگے نے نارائن گوڈسے سے کہا۔ کہ ان کا کام پورا ہو گیا ہے۔ بڈگے
سے کہا گیا۔ کہ وہ یہ اسلحہ ۱۴ جنوری تک بمبئی میں ہندو مہاسبھا کے دفتر میں ضرور پہنچا دے
چنانچہ ۱۴ جنوری کو بڈگے نے یہ اسلحہ بمبئی پہنچا دیا۔ اور اسے ایک مہنت دیکشت
مہاراج کے نوکر کی تحویل میں دیا گیا۔ یہ سارا بیان بڈگے کا ہے۔ گوڈسے آپٹے
کرکرے اور مدن لال ان باتوں سے انکار کرتے ہیں۔

بمبئی کے ایک پروفیسر جین کے بیان کے مطابق جنوری کے پہلے ہفتے میں
مدن لال نے اس سے بات چیت کے دوران میں مہاتما گاندھی پر حملہ کرنے کی
سازش کا اشارہ کیا تھا۔ مدن لال کا بیان ہے۔ کہ وہ پروفیسر جین سے دسمبر کے بعد
ملا ہی نہیں ہے۔

بڈگے کو بھی دہلی چلنے پر آمادہ کر لیا گیا تھا۔ جنوری کو آپٹے نے بڈگے

سے کہا کہ روانگی سے پہلے کچھ روپیہ جمع کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ چندر داس مکھی سے حیدرآباد سٹیٹ کانگریس کے نام پر ایک ہزار روپیہ لیا گیا۔ ہندو راشٹر پرکاشن لمیٹڈ کے نام پر مزید ایک ہزار روپیہ مہادیو کالے سے وصول کیا گیا۔ گنپت رائے سے بھی سٹیٹ کانگریس کے نام پر ۱۰۰ روپے حاصل کیے گئے۔

۱۷ جنوری کو دہلی پہنچکر گوڈسے اور آپٹے مرینہ میں قیام پذیر ہوئے ہوٹل کے منیجر کو غلط نام بتائے۔ یعنی ایس ادیش پانڈے اور ایم دیش پانڈے ۲۰ جنوری تک یہ اسی ہوٹل میں رہے۔ گوڈسے اور آپٹے نے ان دونوں باتوں کو تسلیم کر لیا ہے۔

برلا ہاؤس میں تمام ملزم ایک ہی وقت پر جمع ہوئے۔ اور وہ بھی دھماکہ سے صرف تھوڑی دیر پہلے۔

مدن لال کی گرفتاری کے بعد باقی کے ملزم اسی دن یا اگلے روز دہلی سے بھاگ گئے۔ دہلی میں آتے ہوئے اور دہلی سے بھاگتے وقت کسی بھی صورت میں ۲ سے زیادہ ملزم ہمسفر نہ تھے۔ وہ الگ الگ راستوں پر سفر کرتے رہے۔ بمبئی پہنچنے پر بھی بٹ گئے۔ ناتھورام گوڈسے اور آپٹے نے ہوٹل میں قیام کرتے وقت اصلی نام ظاہر نہ کیے۔ ۲۰ جنوری کا ڈرامہ ناکام رہنے کے بعد ناتھورام گوڈسے، آپٹے، کرکرے اور گوپال گوڈسے پھر جمع ہوئے۔ گوڈسے اور آپٹے نے دادا مہاراج اور دکشت مہاراج سے نئے اقدام کے لئے ریوالور مانگا۔

بمبئی سے پھر دہلی آتے وقت بھی گوڈسے اور آپٹے نے اپنے نام بدل لئے وہ گوالیار پہنچے۔ اور وہاں ملزم پرچورے کی معرفت پستول حاصل کیا۔ ۲۸ جنوری کو

گوڈسے دہلی ریلوے اسٹیشن کے مسافر خانہ میں نام بدل کر قیام پذیر ہوا۔ آپٹے
اور کرکرے بھی اس کے ہمراہ تھے۔ ۲۹ جنوری کی شام کو گوڈسے نے جس
پستول سے گولیاں چلائیں۔ وہ گوالیار سے حاصل کیا گیا تھا۔

پولیس پر نکتہ چینی

فاضل جج نے اپنے فیصلہ میں پولیس کی تحقیقات پر نکتہ چینی کی ہے
اور لکھا ہے۔ کہ وہ ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو بم پھٹنے اور بمبئی کے ہوم منسٹر مسٹر
ڈیسائی اور پروفیسر جین کے بیان قلمبند کرنے کے بعد ذرا سی ہوشیاری دکھلاتی
تو سانحۂ عظیم کو روکا جا سکتا تھا۔ دہلی پولیس کو مدن لال کا مفصل بیان ۲۰ جنوری
ہی کو مل گیا تھا۔ دہلی پولیس اور بمبئی پولیس نے بیانات موصول ہونے کے فوراً
بعد رابطہ پیدا کیا لیکن اس کے باوجود وہ ان دو بیانات سے کوئی فائدہ اٹھانے
میں پوری طرح سے ناکام رہی۔ اس مرحلہ پر تفتیش میں تھوڑی سی ہوشیاری بھی
دکھائی جاتی۔ تو ٹریجڈی غالباً رک جاتی۔"

اپیل اور تصدیق

سپیشل جج نے نتھو رام گوڈسے اور نارائن آپٹے کو سزائے موت کا
حکم سنایا۔ کرکرے۔ مدن لال۔ گوپال گوڈسے۔ پرچورے کو عمر قید کی سزا دی۔
اقبالی گواہ بڈگے کو بری کر دیا۔ اور اس کے ملازم شنکر کستیہ کے لئے سات
سال قید کی سزا تجویز کی۔ شری ساورکر کو بری کر دیا۔ اور ان فیصلوں کے خلاف

دو ہفتوں کے اندر اندر شملہ ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دی۔ یہ بھی قرار دیا گیا۔ کہ سزائے موت کی ہائیکورٹ سے تصدیق کروانے کی ضرورت نہیں ہے
ناتھو رام گوڈسے اور آپٹے کے متعلق فیصلہ میں یہ لکھا ہے کہ ان کے گلے میں پھندا ڈال دیا جائے۔ اور اس وقت تک لٹکتے رہیں۔ جب تک کہ ان کی موت واقع نہیں ہو جاتی۔

(۳۱) جس پستول سے مہاتما گاندھی پر گولیاں چلائی گئیں۔ اور ان گولیوں کے جو خول پولیس نے برآمد کر لئے تھے۔ ان کے متعلق مسٹر آتما چرن نے کہا۔ کہ مرکزی حکومت کو یہ چیزیں غالباً قومی عجائب گھر میں رکھنے کے لئے درکار ہوں گی۔ اس لئے پولیس انہیں مرکزی حکومت کی اجازت کے بغیر ادھر ادھر نہ کرے

ہندو مہا سبھا میں بم پھینکنے کی تیاریاں

ملزموں کی دہلی میں آمد کے متعلق شہادتیں

۲۴ جون کو تاریخی مقدمہ کے پہلے گواہ ۵۱ ایشور دت ہیڈ کانسٹیبل سی آئی۔ڈی نے عدالت میں بیان کیا۔ کہ مقدمہ کے تین ملزم جی۔ ایس ونیڈیٹ گنگا دھر یادو اور سوریہ دت شرما عدم پتہ ہیں۔ ان کی ہر چند تلاش کی گئی ہے۔ گوالیار کے علاوہ دہلی بمبئی اور پونہ کی پولیس بھی ملزموں کی تلاش کرتی رہی ہے۔ لیکن ان کی ہر چند تلاش کی گئی ہے۔ گوالیار کے علاوہ دہلی بمبئی اور پونہ کی پولیس بھی ملزموں کی تلاش کرتی رہی ہے۔ لیکن ان کی گرفتاری کا امکان بہت کم ہے۔ فروری سے پہلے وہ گوالیار میں تھے۔ بعد میں نہ معلوم کہاں چلے گئے

استغاثہ کے دوسرے گواہ رام لال دت نے کہا۔ کہ میں دہلی میں شریف ہندو ہوٹل کا منیجر ہوں۔ ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو تین اشخاص ہوٹل میں آئے۔ اور انہوں نے کرایہ پر کمرہ طلب کیا۔ ہوٹل کے رجسٹر میں اندراج کے وقت ایک شخص نے اپنا نام مدن لال بتایا۔ دوسرے نے ہندی میں دستخط کئے۔ میں نے کہا۔ کہ اردو یا انگریزی میں لکھئے۔ چنانچہ اس نے انگریزی میں بی۔ ایم ویاس لکھ دیا۔ تیسرے شخص نے اپنا نام شانتا رام آتمارام آپٹیکر بتایا۔ گواہ نے عدالت میں ہوٹل کا رجسٹر پیش کیا۔ اور متعلقہ اندراج دکھائے۔

عدالت کے کہنے پر گواہ ملزموں کے کٹہرے کی طرف گیا۔ اور ملزم مدن لال کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ کہ تین مسافروں میں سے دو یہی تھے۔ تیسرا شخص نظر

نہیں آتا۔ تھوڑی دیر کے بعد شانتا رام آتمارام آپجیکر کو کمرہ عدالت میں لایا گیا۔ اور گواہ نے اسے بھی شناخت کیا۔ ہوٹل کے مینجر نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ ان تین اشخاص کے قیام کے دوران میں ایک اور [illegible] بھی آیا تھا۔ اس نے مدن لال کے کمرہ کے متعلق دریافت کیا۔ میں نے بہرے کو ان کے ساتھ جانے کی ہدایت کی۔ شناخت کا مطالبہ کئے جانے پر گواہ نے نتھو رام گوڈسے کے بھائی گوپال گوڈسے کی طرف اشارہ کیا۔ گواہ نے بتایا۔ کہ ملزموں نے کمرہ لیتے وقت کہا تھا۔ کہ وہ ۱۹ جنوری کو دو بجے بعد دوپہر چلے جائینگے۔ لیکن جب یہ میعاد پوری ہوئی۔ تو مدن لال نے کہا۔ کہ وہ کچھ وقت اور ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ مدن لال نے یہ بھی کہا۔ کہ جتنے پیسے لینا چاہو اسی وقت لے لو۔ گواہ نے عدالت میں رجسٹر پیش کیا۔ اور وہ صفحہ دکھایا۔ جہاں ملزموں کی آمد کے متعلق اندراج تھا۔ ملزموں سے جو روپیہ لیا گیا تھا۔ اس کے اندراج بھی دکھائے گئے۔

ملزموں کے تین وکیلوں کی کڑی جرح کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ میں دہلی آنے سے پہلے پاکستان میں ایک فیکٹری کا مینجر تھا۔ میں نے بمبئی کی ایک شناخت پریڈ میں ملزموں کو پہچانا تھا۔ ملزموں کو ہوٹل کے قیام کے بعد پہلی مرتبہ شناخت پریڈ میں دیکھا

سوال:- ہوٹل کا جو رجسٹر دکھایا جا رہا ہے۔ اس میں مدن لال وغیرہ کے نام کے اوپر کچھ خالی جگہ کیوں ہے؟

جواب:- یہ جگہ تھوڑی تھی۔ اور تینوں مسافروں کے نام یکجا درج کرنا ناممکن تھا۔ اس لئے میں نے اس تھوڑی سی خالی جگہ کو چھوڑ کر اگلے صفحے پر نام لکھے۔

سوال:- کیا مدن لال نے تمہیں بتایا تھا۔ کہ میں پاکستان سے آیا ہوں۔ اور

شادی کے سلسلے میں سبزی منڈی میں ایک لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

گواہ:۔ مجھے اس کے متعلق کچھ علم نہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ منگیتر کا چچا مدن لال کا ماموں ہوٹل میں آیا تھا۔

اس مرحلہ پر عدالت نے ملزم کے وکیل سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ملزم مدن لال اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔

جواب:۔ ہاں۔

گوپال گوڈسے کا وکیل:۔ کیا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کہ گوپال گوڈسے کے ہوٹل میں جانے کی کہانی غلط ہے۔ اور گھڑی گئی ہے؟

گواہ:۔ نہیں۔ یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔

رام لال دت کے بعد شریف ہوٹل کے دوسرے حصہ دار مسٹر شانتی پرکاش اور رام سنگھ بہرے کے بیان قلمبند کئے گئے۔ دونو گواہوں نے رام لال کے بیان کی تائید کی۔ تینوں اشخاص کو شناخت کیا۔ اور بتایا۔ کہ انہیں بھی شناخت کے لئے بمبئی لے جایا گیا تھا۔ بہرے نے کہا۔ کہ قیام کے دوران میں میں نے مدن لال ملزم کے میلے کپڑے لانڈری پر پہنچائے۔ اور دھلائی کے بعد واپس لایا۔ میں نہیں جانتا۔ کہ ان دنوں دوسرے کمروں میں کون مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔

ملزموں کے ساتھ سفر کرنے والا گواہ

شانت رام آنتا رام انجینیر نے جس کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ملزم کرکرے اور مدن لال کے ساتھ ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ بیان دیتے ہوئے

کہا۔ کہ میرا نام شانتا رام آتما رام آجیکر ہے۔ عمر ۳۲ برس ہے۔ کراچی میں سرکاری ملازم تھا۔ پاکستان بن جانے کے بعد ۱۰ جنوری کو بمبئی پہنچا۔ اور ۱۵ جنوری کو پشاور ایکسپریس میں سوار ہو کر دہلی روانہ ہوا۔ میں دہلی میں اپنے تبادلہ کا انتظام کرنا چاہتا تھا۔ گاڑی میں کرکرے سے ملاقات ہوئی۔ کرکرے نے بتایا کہ وہ بھی دہلی جا رہا ہے۔ ہندو مہا سبھا کے سلسلہ میں کچھ کام کرنا چاہتا ہے۔ بات چیت کے دوران میں کچھ دوستی ہو گئی۔ اور کرکرے نے وعدہ کیا۔ کہ وہ اس کی رہائش کا انتظام کر دے گا۔ مدن لال بھی ساتھ تھا۔ ہم تینوں ۱۷ جنوری کو ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر اسٹیشن پر اُترے۔ ابتدا میں ہندو سبھا بھون اور برلا مندر میں جگہ تلاش کی۔ لیکن وہاں سے مایوس ہو کر شریف ہوٹل میں پہنچے۔ مدن لال نے بتلایا کہ وہ ہمیاں (ایک پھل) بمبئی پہنچاتا ہے۔ کرکرے سیٹھ ہے۔ اور وہ اس کاروبار کے لئے روپیہ دیتا ہے۔ مدن لال کرکرے کو سیٹھ جی! سیٹھ جی! کہہ کر پکارتا تھا۔ ۱۸ جنوری کو چھٹی تھی۔ ۱۹ جنوری کو میں ٹرانسفر بیورو کے دفتر میں گیا۔ اور وہاں تبادلہ کے لئے فارم داخل کیا۔ (ٹرانسفر بیورو کے ایک افسر نے یہ فارم عدالت میں پیش کیا)

گواہ نے کہا کہ جب میں ۱۹ جنوری کو ٹرانسفر بیورو سے واپس آیا۔ تو کرکرے اور مدن لال نے بتایا۔ کہ وہ اس ہوٹل سے جا رہے ہیں۔ کرکرے نے یہ بھی کہا۔ کہ وہ مدن لال کی شادی کے سلسلہ میں کل صبح جالندھر جائیں گے۔ میں نے کرکرے سے بمبئی کا مستقل پتہ دریافت کرنا چاہا۔ لیکن اس نے پتانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ مدن لال نے کہا کہ وہ بمبئی میں چمبور ریفیوجی کیمپ میں رہتا ہے۔ میں اسی روز واپس جانا چاہتا تھا۔ ٹاؤن ہال سے مفت ٹکٹ

حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ تو کرکرے نے کہا۔ کہ جلد واپس آنا۔ ہم کمرہ خالی کر رہے ہیں۔ میں ٹاؤن ہال سے ناکام واپس آیا۔ واپسی پر مدن لال اور کرکرے کے ساتھ گوپال گوڈسے کو بھی موجود دیکھا۔ (گواہ نے گوپال گوڈسے کی طرف اشارہ کر کے اسے شناخت کیا۔) میں اس روز پانچ بجے شام بمبئی واپس چلا گیا۔ میں نے ہوٹل کے بل کے سلسلہ میں اپنے ساتھیوں کو ۲۰ روپے دئیے۔

دہلی میں مدن لال کے رشتہ داروں کے گھر میں

گواہ نے کہا۔ کہ مجھے مدن لال کے ساتھ چاندنی چوک میں جانے کا موقعہ بھی ہوا۔ مدن لال نے بتایا۔ کہ وہاں اس کا ماموں رہتا ہے۔ وہ خود مکان کے اندر گیا۔ اور مجھے باہر ٹھہرایا۔ میں کچھ دیر انتظار کر کے واپس چلا آیا۔ مدن لال مکان کے اندر ہی تھا۔ واپسی پر میں نے شکایت کی۔ تو مدن لال نے کہا۔ کہ مجھے مامی نے روک لیا تھا۔

میں ۱۹ جنوری کو مدن لال کے ساتھ سبزی منڈی میں گیا۔ وہ شادی کے سلسلہ میں اپنی منگیتر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ مکان تلاش کر لیا گیا۔ لیکن ہم اس کے اندر نہ گئے۔ دوپہر کے وقت ہم پھر مدن لال کے ماموں کے گھر گئے۔ وہاں مدن لال کچھ دیر تک اپنے رشتہ داروں سے باتیں کرتا رہا۔ ۱۹ جنوری کو ساڑھے سات بجے ایک شرنارتھی ہمارے ہمراہ ہوٹل تک آیا۔

جرح کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ میں نے یہ سنا تھا۔ کہ کرکرے شرنارتھیوں کی مدد کرتا ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے ہوٹل میں شرنارتھیوں کو کھانا مفت کھلاتا ہے۔ جب کرکرے نے اپنا مستقل پتہ بتانے سے انکار کیا

تو مجھے کچھ تعجب ہوا۔ لیکن میں نے زیادہ اصرار نہ کیا۔

پنڈت نہرو کے جلسہ میں مدن لال کے نعرے

گواہ نے بیان کیا کہ جب میں مدن لال کے ہمراہ اس کی منگیتر کے گھر میں گیا تو ہمیں چائے پیش کی گئی۔ اور کئی عورتیں آئیں۔ وہاں سے ہم پنڈت نہرو کی تقریر سننے کے لئے پبلک جلسہ میں گئے۔ جب پنڈت نہرو سے پہلے مسٹر جے پرکاش نارائن کی تقریر شروع ہوئی تو مدن لال نے نعرے لگائے کہ جے پرکاش کو تقریر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ میں نے یہ خطرہ محسوس کرتے ہوئے کہ مدن لال پر پولیس یا پبلک حملہ کرے گی۔ مدن لال کا ساتھ چھوڑ دیا۔

گوڈسے اور آپٹے کی دہلی میں آمد

مرینہ ہوٹل کے کلرک نے اپنے بیان میں کہا۔ میں نے انہیں پہلی بار ہوٹل میں دیکھا اور پھر مختلف تاریخوں پر دہلی ڈسٹرکٹ جیل میں ان کی شناخت کی۔ یہ دونوں شخص کمرہ نمبر ۴۰ میں ٹھہرے تھے۔ گواہ نے شراب کے آرڈر کے متعلق وہ چٹھیاں پیش کیں جن پر ایس دیشپانڈے کے دستخط تھے

عدالت میں وہ رجسٹر بھی پیش کیا گیا۔ جس میں ان ہر دو اشخاص کا نام درج تھا۔

فلم ایکٹرس کا بیان

فلم ایکٹرس مس شانتا باعی عرف ولمیا نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں ۱۲ جنوری کو لونا سے بمبئی جا رہی تھی۔ گواہ نے ملزموں کے کٹہرے میں سے نارائن آپٹے اور گوڈسے کی شناخت کرتے ہوئے کہا کہ سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں اس کے پاس یہ بھی بیٹھے تھے۔ میرے لئے بیٹھنے کی سیٹ نہیں تھی۔ آپٹے نے اپنی سیٹ خالی کی۔ ان کی بات چیت سے معلوم ہوا کہ وہ سیوا جی پارک میں جانے والے ہیں۔ ریلوے سٹیشن پر میرا بھائی جیپ لے کر موجود تھا۔ میں نے انہیں بھی جیپ میں بٹھا لیا۔ راستہ میں ان دونوں نے کہا کہ ہم بھی جیپ کار خریدنا چاہتے ہیں۔ مہاد کر کی کوٹھی کے سامنے وہ اتر گئے۔ میں نے انہیں ساورکر سدن کی طرف جاتے ہوئے دیکھا راستہ میں میرے بھائی نے جیپ کو بیچنے کے متعلق بات کی تو ملزموں نے کہا کہ ہم بھی جیپ کے خریدار ہیں لیکن اگلے کچھ دن ہم بمبئی اور پونہ میں نہیں ہونگے اور واپسی پر خریدیں گے۔ وکیل صفائی نے سوال دریافت کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ اسٹیشن پر آپ سے بدسلوکی ہوئی تھی اور آپ نے کسی آفسر کو ٹیلیفون کیا تھا۔ ایکٹرس نے نفی میں جواب دیا۔ ایک اور سوال کے جواب میں ایکٹرس نے کہا کہ میں گھر چھوڑ ہو ں گاڑی میں بیٹھے وقت ایک ملزم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ ولمیا نام کی ایکٹرس تو نہیں ہیں۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور گاڑی میں عام بات چیت ہوتی رہی۔ ملزمول نے کہا تھا کہ وہ دیہات میں پروپیگنڈا کا کام کرتے ہیں۔

۲۰ جنوری کو برلا ہاؤس کو فائرنگ

ملزموں کی ٹیکسی کے ڈرائیور کا بیان

سرجیت سنگھ ٹیکسی ڈرائیور نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ ۲۰ جنوری کو میں اپنی ٹیکسی برلا ہاؤس میں لے گیا تھا۔ ۴ ملزم مجھے ریگل سینما کے نزدیک ملے۔ چار ساڑھے چار بجے شام کا وقت تھا۔ ملزموں نے کہا کہ وہ پہلے برلا مندر جائیں گے۔ پھر برلا ہاؤس اور ایکے لبدکناٹ پلیس۔ گواہ نے آپٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے کرایہ مقرر کیا تھا۔ فرنٹ سیٹ پر بڈگے بیٹھا تھا۔ شنکر گوڈسے' اور آپٹے پچھلی سیٹ پر تھے۔ برلا مندر میں پندرہ بیس منٹ ٹھہرنے کے لبد ملزم مجھے برلا ہاؤس میں لے گئے موٹر کو پچھلی طرف کھڑا کرنے کی ہدایت کی۔ میں نے دھماکہ کی آواز سنی مجھے یہ ٹھیک یاد نہیں کہ دھماکہ ٹیکسی کو چلانے سے پہلے ہوا تھا یا لبد میں۔ بہرحال ملزموں نے کہا تھا کہ گاڑی چلاؤ۔ گاڑی چلاؤ۔" اور میں نے گاڑی چلا دی۔ یہاں سے ہم کناٹ پلیس آئے۔

مہاتما گاندھی کے قتل کے تین چار دن لبد پولیس نے مجھ سے یہ دریافت کیا کہ میں ملزموں کو برلا ہاؤس میں لے گیا تھا۔ میں نے اس سلسلہ میں اپنا بیان قلمبند کروایا۔ ۴، ۵ دن لبد میں نے ملزموں

کی شناخت کی۔

گواہ پر جرح کے وقت قدرے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ اور وہ یوں کہ آپٹے کے وکیل نے انگریزی میں سوال دریافت کیا کہ "کیا تم انگریزی جانتے ہو؟"۔ گواہ نے سر ہلا کر یہ ظاہر کیا کہ وہ انگریزی نہیں جانتا۔ اس پر آپٹے کے وکیل نے کہا کہ اگر تم انگریزی نہیں جانتے تو انگریزی میں میرے سوال کا جواب کیونکر دیا ہے؟ گواہ نے کہا کہ "تھوڑی سی جانتا ہوں"۔

جرح کے وقت گواہ کی یادداشت کا امتحان بھی لیا گیا۔ اور وہ یوں کہ۔

وکیل :۔ "کیا تمہیں لاہور میں پری محل اور شاہ عالمی دروازہ میں آگ لگنے کی تاریخیں یاد ہیں؟"

گواہ :۔ "غالباً سال کے آخر میں"۔

وکیل :۔ "میں تمہیں بتاؤں۔ یہ آگ ۲۰۔۲۴ جون ۱۹۴۷ء کو لگی تھی۔ نہ کہ سال کے آخر تک۔ تمہیں بم پھٹنے کی تاریخ ۲۰ جنوری یاد ہے تو آگ لگنے کی کیوں نہیں؟"

گواہ :۔ "آگ لگنے کا واقعہ اتنا اہم نہیں جتنا مہاتما گاندھی کے قتل اور بم پھٹنے کا"۔

برلا ہاؤس کے ملازموں سے بات چیت

مہاتما گاندھی کا فوٹو حاصل کرنے کی کہانی

برلا ہاؤس کے ایک موٹر ڈرائیور چھوٹو رام نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ ۲۰ جنوری کی شام کو میں اپنے کوارٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ملازموں کے کوارٹروں میں مونگیا رنگ کی ٹیکسی آئی۔ اس میں سے ایک شخص (جو شناخت پر کرکرے ثابت ہوا) میرے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں تمہارے کوارٹر میں سے گاندھی جی کی پشت کی فوٹو لینا چاہتا ہوں۔ گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میرے کوارٹر کے نزدیک ہی ہوتی تھی۔ میں نے کہا کہ وہ سبھا میں جا کر فوٹو لے اس نے میرے کمرے میں ہی سے فوٹو لینے کے لئے دس روپیہ رشوت پیش کی۔ کیمرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے پاس صرف ایک تھیلا ہی تھا۔ میں نے کیمرہ کے متعلق دریافت کیا۔ وہ کہنے لگا کہ ٹیکسی میں سے لاتا ہوں۔ ۴، ۵ منٹ کے بعد دھماکہ ہو گیا اور مجھے رشوت کے متعلق کسی دوسرے کے پاس ذکر کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ میرے دل میں یہ شک ضرور گذرا تھا کہ فوٹو کے لئے رشوت کیوں پیش کر رہا ہے۔

برلا ہاؤس کے ایک چوکیدار چھوٹو سنگھ نے بیان دیتے ہوئے کہا

کہ میں ۲۰ رجنوری کو اپنے کوارٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ چھوٹو رام ڈرائیور بھی قریب ہی تھا۔ چند آدمی مونگیا رنگ کی ٹیکسی میں سے اُترے۔ اور ان میں سے ایک چھوٹو رام ڈرائیور کے قریب پہنچا۔ اور کہا کہ میں اس کے کمرے میں کھڑا ہو کر مہاتما گاندھی کا فوٹو لینا چاہتا ہوں۔ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا۔ فوٹو لینے کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں کہ میرا ڈیوٹی پر جانے کا وقت ہو گیا۔ پانچ چھ ہی منٹوں میں ایک دھماکہ کی آواز آئی۔ میں دوڑ کر پہنچا۔ امر ناتھ ڈرائیور کے کوارٹر کے عقب میں بم پھٹ گیا تھا۔ یہاں پندرہ بیس آدمی جمع ہو گئے۔ ایک عورت سلوچنا دیوی نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ بم اس نے پھینکا ہے۔ میں نے اور ایک پولیس کانسٹیبل نے اس شخص کو گرفتار کر لیا۔ تلاشی لی تو اس کے قبضہ سے ایک دستی بم برآمد ہوا۔ گواہ نے مدن لال ملزم کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ بم اسی کے قبضہ سے برآمد ہوا تھا۔

ایک عورت کے سامنے بم کو دیا سلائی لگائی!

برلا ہاؤس کے نزدیک ۹ نمبر کے مکان میں رہنے والے ایک ٹیکسی ڈرائیور نانک چند کی بیوی سلوچنا دیوی نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میرا مکان برلا ہاؤس سے ۱۵۰ قدم کے فاصلہ پر ہے۔ ۲۰ رجنوری کو میرا بچہ برلا ہاؤس میں ملازموں کے کوارٹروں میں کھیلنے کے لئے گیا تھا۔ میں اسے لینے آئی۔ وہ ضد کر رہا تھا۔ اسی اثنا میں مونگیا رنگ

کی ایک ٹیکسی وہاں آکر ٹھہری۔ اس میں سے چار آدمی اترے۔ میں برلا ہاؤس کے کوارٹروں میں چھوٹو رام ڈرائیور اور چھول سنگھ کو جانتی ہوں۔ ٹیکسی میں سے اترنے والے ایک شخص نے چھوٹو رام سے بات چیت کی۔ میں نے ایک آدمی کو اس جگہ پر جلتے دیکھا جہاں کچھ دیر بعد دھماکہ ہوا۔ میرے دیکھتے دیکھتے ایک شخص نے بم رکھا اور دیا سلائی جلائی۔ آگ لگا کر وہ میرے کوارٹر کی طرف چلا گیا۔ میں نے فوراً اپنے بچے کو اٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ بم کے ساتھ ایک تار بندھی ہوئی ہے جس سے شرارے نکل رہے ہیں۔ جب دھماکہ ہوا تو وہ شخص بم سے صرف چار پانچ قدم دور کھڑا تھا۔ دھماکہ سنکر بہت سے آدمی وہاں آ پہنچے۔ میں نے آگ لگانے والے کی طرف اشارہ کیا۔ اسے پکڑ لیا گیا۔ گواہ نے مدن لال کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہی آدمی تھا بم کو آگ لگانے والا۔ آگ لگاتے وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ بم ہے۔

بم کی کہانی باپو کی زبانی

۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو مہاتما گاندھی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھینکا گیا گاندھی جی شمہ بھر متاثر نہ ہوئے۔ اور پرارتھنا کی تقریر میں بم کے واقعہ کا یوں ذکر کیا۔

"بم پھٹنے کی بات کروں۔ لوگ میری تعریف کرتے ہیں تار بھی بھیجے ہیں۔ مگر میں نے کوئی بہادری نہیں دکھائی۔ میں نے تو یہ سمجھا تھا

کہ فوج والے کہیں پریکٹس کرتے ہیں ۔ بعد میں سُنا کہ بم تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ آپ مرنے والے تھے ۔ مگر ایشور کی کرپا سے بچ گئے ۔ اگر سامنے بم پھٹے اور میں نہ ڈروں تو آپ دیکھیں گے اور کہیں گے کہ بم سے مر گیا ۔ تو بھی ہنستا ہی رہے گا آج تو میں تعریف کے قابل نہیں ۔ جس کسی نے یہ کام کیا ہے اُس سے آپ کو یا کسی کو نفرت نہیں ہونی چاہیئے ۔ اُس نے تو یہ مان لیا کہ میں ہندو دھرم کا دشمن ہوں ۔ کیا گیتا کے چوتھے ادھیائے میں یہ نہیں کہا گیا کہ جہاں کہیں دشٹ لوگ دھرم کو نقصان پہنچاتے ہیں ۔ وہاں انہیں مارنے کے لئے بھگوان کسی کو بھیج دیتا ہے ۔

ہم سب ایشور سے پرارتھنا کریں کہ وہ اِسے عقل دے وہ دُشٹ ہے ۔ ایشور اُس کی خبر لے گا ۔

میں نے بچپن سے ہندو دھرم کو پڑھا ہے اور سیکھا ہے میں چھوٹا سا تھا اور ڈرتا تھا تو میری مائی کہتی تھی کہ تُو ڈرتا کیوں ہے رام نام لے ۔ پھر مجھے عیسائی مسلمان ۔ پارسی سب ملے ۔ مگر میں جیسا چھوٹی عمر میں تھا ویسا ہی آج ہوں ۔ اگر مجھے ہندو دھرم کا رکھشک بننا ہے تو ایشور مجھے بنائے گا ۔

کچھ سکھوں نے آکر مجھے کہا کہ ہم نہیں مانتے کہ اِس کام میں کوئی سکھ شامل تھا ۔ سکھ ہوتا تو بھی کیا ؟ ہندو ہو یا مسلمان ہو تو بھی کیا ؟ ایشور اُس کا بھلا کرے ۔ میں نے انسپکٹر جنرل پولیس سے

کہا ہے کہ اس آدمی کو ستایا نہ جائے ۔ اس کا من جیتنے کی کوشش کی جائے اس کو چھوڑنے کو میں نہیں کہہ سکتا ۔ اگر وہ اس بات کو سمجھ لے کہ اس نے ہندو دھرم ہندوستان مسلمانوں اور سارے جگت کے سامنے اپرادھ کیا ہے تو اس پر غصہ نہ کریں ۔ رحم کریں ۔ اگر سب کے من میں یہی ہے کہ بوڑھے کا بہت کیا تھا ۔ بگر اسے مرنے کیسے دیں ۔ کون اس کا الزام لے ۔ تو آپ گنہگار ہیں یا نہ کہ بم پھینکنے والا نوجوان ۔ اگر ایسا نہیں تو اس آدمی کا بھلا آپ کو بدلنا ہی ہوگا کیونکہ اس سنسار میں پاپ کبھی اپنے آپ نہیں رہ سکتا ۔ وہ کسی کے سہارے ہی ٹک سکتا ہے ۔ صرف بھگوان اور بھگت ہی اپنے سہارے رہ سکتے ہیں"۔

مدن لال کی گرفتاری کے بعد

مرینہ ہوٹل کے بیرے کالے رام نے کہا کہ گوڈسے اور آپٹے ہمارے ہوٹل کے کمرہ نمبر ۴۰ میں ٹھہرے ۱۷ جنوری کو وہ مرینہ ہوٹل میں ہی تھے گوڈسے نے مجھے دھوبی سے دھلانے کے لئے گیارہ کپڑے دئے تھے لیکن کپڑے دھل کر آنے سے پہلے ہی ملزم ہوٹل سے چلے گئے ۔

ہوٹل کے ایک اور بیرے گوبند رام کا بیان بھی قلمبند کیا گیا ۔ جس نے گواہوں کی شناخت کی ۔ گواہ نے کہا کہ میں نے ملزموں کو شراب کے پیگ پلائے تھے ۔

ہوٹل کے مینجر مسٹر پیکھم نے بائیبل کی قسم کھا کر بیان قلمبند کروایا اور کہا کہ ۲۰ جنوری کی شام کو برلا ہاؤس میں گاندھی جی پر بم پھینکے جانے کے بعد

پولیس میرے ہوٹل میں آئی۔ اس نے مدن لال کو ہتھکڑی لگا رکھی تھی۔ اس نے کمرہ نمبر ۴۰ میں ٹھہرے ہوئے دو مسافروں (گوڈسے اور آپٹے) کے متعلق دریافت کیا۔ بعد میں میں نے ملزموں کو شناخت پریڈ میں پہچانا۔

۸ جون کو انسپکٹر EXPLOSIVE آگرہ نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ مدن لال ملزم کے قبضہ سے برآمد ہونے والے دستی بم اور گن کاٹن سلیب میرے پاس معائنہ کے لئے بھیجے گئے تھے میں نے فروری میں معائنہ کیا۔ اس طرح کا دستی بم عام طور پر بڑی جانی نقصان کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اس سے جائیداد کو بھی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ ہاتھ سے پھینکا جا سکتا ہے اور فاکنظ سے بھی چلایا جا سکتا ہے۔ مجھے پہلے ۲ پارسل موصول ہوئے تھے بعد میں ۲ اور پارسل آئے۔ ایک میں تین دستی بم تھے۔ ایک سے یہ ظاہر ہوتا تھا۔ وہ کھڑکی کی ایمونیشن فیکٹری میں بنا۔ میں نے گن کاٹن سلیب کا بھی معائنہ کیا تھا۔

قتل کی دُوسری کوشش

ابتدائی شہادتیں ۲۰ جنوری کو پرارتھنا سبھا میں بم پھینکے جانے کے متعلق تھیں۔ ۶ جولائی کو شہادتوں کا دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ شہادتیں ۲۰ جنوری سے ۳۰ جنوری تک کے واقعات کے متعلق تھیں۔ ۲ جنوری کو ہندو فرنٹیئر ہوٹل کے مینجر رام پرکاش نے اپنے بیان میں کہا کہ ۲۱ جنوری کو ۲ شخص کمرہ نمبر ۴ میں ایک شخص گوپالن "کے نام سے وارد ہوا۔ ایک اور شخص کمرہ نمبر ۲

میں "مجا ایم جوشی" کا نام بتا کر داروہوا۔ شناخت پریڈ میں میں نے جس کو پہچانا وہ کرکرے ثابت ہوا۔ گوپال گوڈسے بھی میرے پاس آیا تھا۔ اور کمرہ حاصل کیا۔

پستول کی آزمائش

دہلی کے ایک ریسٹورنٹ کے مالک چمن لال گردو نے کہا کہ مجھے پولیس اس جگہ لے گئی تھی جہاں آپٹے نے (گاندھی جی کے قتل کے سلسلہ میں) پستول کی آزمائش کی تھی۔ درخت پر پستول کی گولیوں کے تین نشان تھے۔ گواہ نے درخت کے ان ٹکڑوں کو پہچان لیا جن پر گولیوں کے نشان دکھائے گئے تھے۔ گواہ نے ان تین دستی بموں کی بھی شناخت کی جو پولیس نے شنکر کی نشاندہی پر برآمد کئے تھے۔ ایک بم ہندو مہاسبھا بھون کے عقب سے ملا تھا۔ اور یہاں سے ۲۵ گز کے فاصلے پر برآمد ہوئے تھے۔ گواہ نے کہا کہ پولیس مجھے بیچ کے طور پر لیگئی تھی۔ پہلے ہم تغلق روڈ کے تھانہ میں پہنچے اور وہاں سے ایک ملزم ہمارے ہمراہ ہندو مہاسبھا بھون کی طرف گیا۔ گواہ نے شنکر کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی شخص تھا جو ہمیں ہندو مہاسبھا بھون کے عقب میں لے گیا۔ پولیس افسر کے حکم پر شنکر نے خود زمین کھودی اور ایک بم نکالا۔ ۲۰، ۲۵ کارتوس بھی برآمد ہوئے۔ یہاں سے ۱۵ گز دور جا کر ملزم نے دو اور بم نکال کر پولیس کے حوالے کئے۔ ایک دن بعد مجھے پھر بیچ کے طور پر تھانہ بلایا گیا۔ پولیس نے دو اشخاص کو حوالات سے باہر نکالا۔ یہ کرکرے اور آپٹے تھے آپٹے نے ہمارے ساتھ جا کر وہ درخت دکھایا جہاں پستول کی آزمائش کی گئی تھی۔ یہ درخت ایک جنگل میں تھا۔ پولیس نے ان ٹکڑوں کو کاٹ لیا جہاں گولیوں کے نشان تھے

گوالیار سے قتل کیلئے پستول کیسے خریدا!

پستول فروخت کرنیوالے کا بیان

گوالیار کے ایک شخص جگدیش پرشاد گوئل نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر وانوالڈے نے (جو مقدمہ کا مفرور ملزم ہے) مجھ سے ۵۰۰ روپے میں پستول خریدا تھا۔ عدالت میں وہ پستول پیش کیا گیا۔ گواہ نے اس کی شناخت کی اور کہا کہ ہاں میں نے یہی پستول بیچا تھا۔ گواہ نے کہا کہ میں نے ۲۸ جنوری کو گوڈسے اور آپٹے کو پرچورے کی دوکان پر دیکھا تھا۔ اس سے پہلے آپٹے کو ۱۹۴۱ء میں بھی دیکھا تھا۔ وہ مسٹر ساورکر کے سیکرٹری کے ہمراہ ہندو مہا سبھا کے پراپیگنڈہ کیلئے گوالیار آیا تھا۔ دو سال پہلے گوڈسے سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ ۲ فروری کو پرچورے نے مجھ سے کہا کہ جو پستول خریدا گیا تھا اسکو صحیح استعمال میں لایا جا چکا ہے۔ گواہ نے کہا کہ ۱۳ فروری کو پولیس مجھے گرفتار کرنے کو آئی۔ میں پچھلے دروازے سے بھاگ گیا۔ ۱۱ اپریل ۱۹۴۸ء کو مجھے جھانسی میں گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۸ جولائی کو مجھے لال قلعہ میں لایا گیا۔ گواہ نے جرح کے جواب میں بتایا کہ پرچورے کو ہندو مہا سبھا کے ستیہ آگرہ کے سلسلہ میں گوالیار گورنمنٹ نے نظر بند کر دیا تھا۔ ۲۶ جنوری کو ہندو مہا سبھا نے یہ مظاہرہ کیا تھا کہ اسے بھی انٹرم

وزارت میں شریک کیا جائے۔

ایک اور گواہ مدھوکر کیشو کالے نے کہا کہ میں نے آپٹے اور گوڈسے کو بڈچرے کے مکان پر دیکھا تھا۔ انہوں نے ریوالور خریدنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

گوالیار کے ایک تانگہ ڈرائیور نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ نتھو رام گوڈسے اور آپٹے ریلوے اسٹیشن سے اتر کر ایک تانگہ پر سوار ہوئے اور ڈاکٹر پرچرے کے مکان کا رخ کیا۔ میں نے آٹھ دن بعد یہ افواہ سنی کہ انہی لوگوں نے مہاتما گاندھی کو قتل کیا ہے۔

پستول خرید کر گوڈسے کی دہلی میں آمد

ریلوے اسٹیشن پر ٹھہرنے کی کہانی بکنگ کلرک کی زبانی

دہلی ریلوے اسٹیشن کے بکنگ کلرک سندر لال نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ ۲۹ اور ۳۰ جنوری کو ناتھو رام گوڈسے اور آپٹے ریلوے سٹیشن کے مسافر خانہ (ریٹائرنگ روم) میں ٹھہرے تھے۔ میں ریٹائرنگ روم ریزرو کرنے پر مامور تھا یہ کمرے فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے مسافروں کے لئے ریزرو ہوتے تھے۔ ۲۹ جنوری کو ایک کمرہ وِنائیک راؤ کے نام پر ریزرو کیا گیا۔ وِنائیک راؤ کے پاس سیکنڈ کلاس کے دو ٹکٹ تھے۔ ایک بمبئی سے دہلی کا اور دوسرا گوالیار سے دہلی کا۔ گواہ نے ناتھو رام گوڈسے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس

شخص نے کمرہ ریزرو کرایا تھا۔ اور اپنا نام ونایک راؤ بتایا تھا۔ اس روز ونایک کے ہمراہ جو دوسرا شخص تھا وہ آپٹے ہے۔ (گواہ نے آپٹے کی شناخت کرتے ہوئے کہا) ۳۰ جنوری کو یہ دونوں شخص چلے گئے۔ قواعد کے مطابق انہیں ۲۴ گھنٹے سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی۔ کمرہ خالی کرتے وقت گوڈسے بھی موجود تھا۔ (گواہ نے کرکرے کی شناخت کرتے ہوئے کہا) ریٹائرنگ روم کے ایک بہرے ہرکشن نے گوڈسے کی شناخت کرتے ہوئے کہا کہ ۳۰ جنوری کی دوپہر تک یہ کمرہ نمبر ۶ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ گوڈسے نے کپڑے دھلوائے تھے اور مجھے دو روپے دئیے تھے گواہ نے کرکرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھی کمرے میں دیکھا گیا تھا۔

تلو موچی کا بیان بھی قلمبند کیا گیا اور اس نے ناتھورام گوڈسے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ۳۰ جنوری کو اس کے بوٹ پالش کئے تھے۔ اور کپڑا دھلوا کر دئیے تھے۔ گواہ نے آپٹے اور کرکرے کی بھی شناخت کی۔

گاندھی جی پر فائر کرتے پکڑا

پولیس افسر کا بیان

امر ناتھ اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے ناتھورام گوڈسے کو پستول نکال کر گاندھی جی پر تین فائر کرتے

ہوئے دیکھا تھا۔ سارجنٹ دیوراج سنگھ اور میں نے آگے بڑھکر ناتھورام گوڈسے کو پکڑ لیا۔ میرے ساتھ چار سپاہی اور ایک ہیڈ کانسٹبل بھی ڈیوٹی پر تھے۔ گاندھی جی ہمارے سامنے پرارتھنا کے لئے آئے۔ آپ نے دو لڑکیوں کے کندھے کا سہارا لے رکھا تھا۔ جب گاندھی جی سیڑھیوں سے اُتر کر پانچ چھ قدم کے فاصلہ پر گئے تو ہجوم نے اِن کے آگے جانے کا راستہ صاف کر دیا۔ میں گاندھی جی کی دائیں طرف تین گز کے فاصلے پر تھا یکایک تعدداً آواز سُنی اور دھوآں بھی دیکھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ گولی چلی ہے۔ جب متوجہ ہوا تو ملزم کو پکڑ لیا۔ سارجنٹ دیوراج سنگھ بھی پہنچ چکا تھا۔ سارجنٹ نے پستول چھین لیا۔ قاتل گاندھی جی سے دو یا تین قدم کے فاصلہ پر تھا۔ ہجوم نے قاتل کو مارپیٹ شروع کر دی۔ گوڈسے کے سر پہ چوٹ آئی۔ اور خون بہنے لگا۔ جان سے مار دئے جانے کا امکان تھا۔ میں اِسے پکڑ کر باہر لے گیا۔ سارجنٹ نے اس کے پستول سے چار کارتوس نکالے۔ قاتل کو تغلق پولیس اسٹیشن میں لیجایا گیا۔

گواہ نے جرح کے جواب میں کہا کہ فائرنگ کے بعد گاندھی جی زمین پر گر پڑے تھے چند منٹوں میں اِن کو اِن کے کمرے میں لے جایا گیا۔

ڈاکٹر کا بیان

ڈاکٹر تیغہ نے کہا کہ میں نے گاندھی جی کے متبرک شریر کا معائنہ

کیا تھا۔ اُن کے جسم سے سارا خون بہ چکا تھا۔ مجھے خون میں لت پت دھوتی بھی دکھائی گئی۔ گاندھی جی کے شریر پہ پانچ زخم تھے۔ اِن کی موت خون کی نالیاں پھٹ جانے سے ہوئی۔

برلا ہاؤس کے مالی کا بیان

رگھ ناتھ نائیک نے عدالت میں بیان کیا کہ میں ۱۴ سال سے برلا ہاؤس میں مالی کا کام کرتا ہوں۔ مجھے ۳۰ جنوری کا واقعہ یاد ہے۔ گاندھی جی سیڑھیوں سے پانچ سات قدم پر گئے ہونگے کہ گولی چلانے والا نکل سامنے آگیا۔ میں گولی چلنے کے وقت گاندھی جی کے دائیں طرف تھا۔ مہاتما جی سے پانچ یا دس قدم دُور تھا۔ میں نے پستول چلنے کی آواز سُنی۔ اور اس طرف دوڑا میرے ہاتھ میں کھرپا تھا۔ میں نے حملہ آور پہ اِس کھرپے کے دو وار کئے ایک ملٹری کا آدمی اور دو سپاہی بھی آ گئے۔ اُنہوں نے حملہ آور سے پستول چھین لیا۔ حملہ آور کو پکڑ لیا گیا۔

(مہاتما گاندھی کے بیٹے سنتری دیو داس کے قلم سے)

باپ اور بیٹے کی آخری ملاقات

میں ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو برلا ہاؤس میں اس وقت پہنچا۔ جب گاندھی جی پران تیاگ چکے تھے۔ لیکن ان کا جسم ابھی گرم تھا۔ اور سر پر سے اب بھی۔ تیج برس رہا تھا۔ میں نے اپنے دونو ہاتھوں سے ان کے بازو کو دبایا۔ لیکن بے حسی کا عالم تھا۔ نبض ٹوٹ چکی تھی۔ باپو ابدی نیند سو رہے تھے۔ ان کا سر ابھا کی گود میں تھا۔ پنڈت نہرو اور سردار پٹیل پاس ہی خاموشی میں مستغرق تھے۔ میں نصف گھنٹہ دیر سے پہنچا تھا۔ اپنے منہ کو باپو کے کانوں کے قریب لے جا کر کہا۔ "باپو مجھے معاف کرنا ...... دیر سے آیا ہوں"۔ لیکن ان التجاؤں کا کوئی جواب نہ ملا۔ باپو نے مجھے زندگی میں کئی بار معاف کر دیا تھا۔ آخری بار بھی معافی چاہتا تھا۔ لیکن باپو کے ہونٹ موت کے ہاتھوں سربمہر ہو چکے تھے۔ ان میں بولنے کی سکت نہ رہی تھی۔ باپو کی خاموشی یہ پیغام دے رہی تھی۔ کہ اب باپو اپنے سکون میں خلل نہیں ہونے دینگے۔ وہ رات ہم نے آنکھوں میں گذاری

خون آلود کپڑے

سب سے زیادہ رقت خیز منظر وہ تھا۔ جب ہم نے گاندھی جی کے خون آلود کپڑے اتارے جس کمبل کو اوڑھ کر وہ پرارتھنا سبھا کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ وہ خون کے آنسو رلانے لگا۔ کمبل پر وہ غبارہ اور گھاس کے چھوٹے چھوٹے

ٹکڑے اب بھی موجود تھے۔ جو باپو کے گھائل ہو کر گرنے پر کمبل کے ساتھ لپٹ گئے تھے۔ ایک خالی کارتوس بھی کمبل میں موجود تھا۔ باپو اپنی چھاتی پر جو کپڑا لپیٹے ہوئے تھے۔ اس پر خون کے کئی نشان تھے۔ مرنے پر صرف ایک لنگوٹی رہ گئی تھی۔ لیکن ننگے بغیر کے ستر پر سے اب بھی نور برس رہا تھا جی نہیں مانتا تھا۔ کہ باپو کا یہ ستر آگ کے شعلوں کی بھینٹ کر دیا جائے گا۔ لیکن ہندو رسم و رواج اور باپو کے اپنے خیالات کی موجودگی میں اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

آخری الفاظ "رام رام"

"۳۰ جنوری کو گاندھی جی اپنے کمرے سے ٹھیک پانچ بجکر دس منٹ پر روانہ ہوئے تھے۔ بائیں طرف آبھا اور دائیں طرف منو کندھا دے رہی تھیں۔ باپو ان سے کہہ رہے تھے۔ آج سردار پٹیل کے ساتھ باتیں کرتے کرتے دیر ہو گئی ہے۔ ٹھیک پانچ بجے پہنچنا چاہیئے تھا۔ اسی اثنا میں حملہ آور سامنے آ گیا۔ منو نے اسے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس خیال سے کہ وہ چرن دھول نہ لے۔ گاندھی جی اس بات کے مخالف تھے حملہ آور نے پستول تان لیا۔ اور تین بار فائر کیا۔ اور کوئی بھی گولی خطا نہ گئی۔ تین گولیاں چھاتی کی دائیں طرف لگیں۔ گاندھی جی گر پڑے۔ ان کے ساتھ آبھا بھی۔ آبھا نے باپو کا سر گود میں رکھ لیا۔ باپو کے منہ سے "رام رام" کی آواز سنی گئی۔ اور سب مرد سر پیٹنے لگے۔ عورتیں چھاتیاں پیٹ رہی تھیں۔ اس آہ و بکا میں باپو نے آخری سانس لیا۔ پانچ منٹ میں انہیں اپنے کمرے میں لے جایا

گیا۔ لیکن اس وقت تاریکی چھا چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابدی تاریکی

رات غم کی آ چکی ہے۔ لیکن اب بھی سحر ہونے پر باپو کے مرتک شریر میں پھر سے زندگی آ جانے کے خواب لے رہا تھا۔ جب مایوسی ہوتی تھی۔ تو میں سوچنے لگتا تھا۔ کہ باپو زندہ نہ ہوا۔ تو آج صبح ہی نہیں ہوگی۔ آخر باپو کے آخری سفر کی تیاری ہوئی۔ ان کے مرتک شریر پر پھول ڈالے گئے۔ میں نے چھاتی کو ننگا رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ باپو کی چھاتی سپاہیوں کی چھاتی سے بھی زیادہ کشادہ تھی۔

ایک رات پہلے اس تاریک رات سے پہلے کی رات کا حال سن لیجئے۔ میں ہر رات کو ۹ بجے باپو سے ملنے آیا کرتا تھا۔ ۲۹ جنوری کی رات کو ایک لمحہ کے لئے باپو کے ساتھ تنہائی میں بات چیت کرنے کا موقعہ ملا۔ ایسا موقعہ شاذ و نادر ہی پیدا ہوتا تھا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا۔ تو باپو آشرم کے ایک باسی کو ہدایت کر رہے تھے۔ کہ پہلی گاڑی پر واردھا چلا جائے۔ آشرم کا باسی رخصت ہوا اور میں حاضر۔

"آج کی کیا خبر ہے" باپو کا پہلا سوال یہ تھا۔ اور یہ نیا نہیں تھا۔ وہ اس بنا پر کہ میں اخبار نویس ہوں۔ (ہندوستان ٹائمز کا ایڈیٹر) مجھ سے ہر روز یہی دریافت کیا کرتے تھے۔ باپو مجھ سے کوئی راز نہیں چھپاتے تھے جو کچھ بھی میں دریافت کرتا تھا وہ اس کے بارے میں صحیح صحیح بتا دیتے تھے انہوں نے کئی دفعہ اہم راز بھی منکشف کئے۔ لیکن یہ اخبار میں شائع کرنے کے لئے نہیں ہوتے تھے۔ وہ اس معاملہ میں مجھ پر اعتبار کرتے تھے

آج کی رات میرے پاس کوئی خبر نہیں تھی۔ میں نے باپو سے وزارت کے معاملات کے متعلق دریافت کیا۔ باپو نے جواب دیا۔ مجھے یقین ہے کہ چھوٹے اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ لیکن حالات کو میری واردھا سے واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔ واردھا میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ دیش بھگتوں کی گورنمنٹ ہے۔ اور کوئی بھی دیش کے مفاد کے خلاف کام نہیں کریگا وہ ہر حالت میں متحد رہیں گے۔ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ کچھ اور بات چیت بھی ہوئی۔ اور پھر میں نے پوچھا۔ "باپو کیا اب آپ سوئیں گے؟" "نہیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو۔ تو کوئی اور بات چیت کر سکتے ہو"

اس روز بات چیت کی اجازت آخری اجازت تھی۔ ۳۰ جنوری کی رات رات کو لاکھ دو تھا ستیں کیں۔ لیکن کوئی منظور نہ ہوئی۔

کیا اب مجھے بھی روٹی کھلاؤ گے؟

چند دن پہلے میں نے باپو سے کہا۔ کہ آج پیارے لال میرے مہمان بنیں گے۔ انہیں میرے گھر کھانا کھانے کے لئے جانے کی اجازت دیجئے۔ ہاں ہاں۔ ضرور لے جاؤ۔ لیکن کیا کبھی تم نے مجھے بھی کھانا کھلانے کے متعلق سوچا ہے۔ اور یہ کہہ کر باپو نے بڑے زور سے قہقہہ لگایا۔

(ہندوستان ٹائمز سے ماخوذ)

قتل کی خبر سنکر مٹھائی تقسیم کی

گوالیار کے ایک گواہ شری مادھو کر بالکشن نے اپنے بیان میں کہا کہ میں ۳۰ جنوری کو ڈاکٹر پرچرے کی ڈسپنسری میں گیا۔ ڈسپنسری بند کر کے ہم راجپوت بورڈنگ ہاؤس میں رام دیال سنگھ سے ملنے گئے۔ وہاں ڈاکٹر پرچرے نے کہا۔ کہ ہم نے تو اپنا کام ختم کر دیا ہے۔ اب رام دیال سنگھ کو اپنا کام ختم کرنا چاہئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر پرچرے کے گھر گئے۔ اور وہاں مٹھائی منگوا کر تقسیم کی گئی۔ رام دیال سنگھ نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ پرچرے نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ بہت اچھا کام ہو گیا ہے۔ کہ ہندو دھرم کا مخالف قتل کر دیا گیا ہے۔ اب ہندو دھرم کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ملزم نے کہا تھا۔ کہ جس شخص نے گاندھی جی کو قتل کیا ہے۔ وہ ہمارا اپنا ہی آدمی ہے۔ پرارتھنا سبھا میں بم پھینکنے والا بھی ہمارا ہی آدمی تھا۔ پستول بھی یہاں سے ہی بھیجا گیا تھا

گوالیار کے مجسٹریٹ سید منظر علی نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ میں فروری ۱۹۴۸ء میں گوالیار میں سٹی مجسٹریٹ تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے آپٹے ملزم کو پیش کیا۔ آپٹے نے کہا۔ کہ میں آپ کو پرچرے کے مکان پر لے چلتا ہوں۔ جہاں پستول کی آزمائش کی گئی تھی۔ چنانچہ ہم سب پرچرے کے مکان پر گئے۔ اور مجھے وہ جگہ دکھائی گئی۔ جہاں گولیوں کے تین نشان تھے۔ ایک خالی کارتوس بھی ملا۔ میں نے اس پر دستخط کئے تھے۔

گواہ نے مزید کہا۔ کہ میں نے ڈاکٹر پرچرے کا بیان قلمبند کیا تھا۔ پرچرے

نے اقبال کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ ۲۷ جنوری کو گوڈسے اور آپٹے اس سے ملنے کے لیے آئے تھے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سکیم تیار کی گئی ہے۔ وہ ایک ریوالور ساتھ لائے تھے۔ اور کہا تھا کہ اس سے اچھے ریوالور کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی ڈونڈے کو بلا بھیجا۔ ڈونڈے کا ریوالور انہوں نے پسند کیا۔ اور پانچ سو روپیہ قیمت مقرر ہوئی۔ میں نے اپنے بڑے بھائی کو بتایا۔ کہ یہ پستول مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کے لیے ہے اسے یہ سنکر بڑا صدمہ پہنچا۔

ملزموں کے وکیل کی طرف سے مجسٹریٹ کے اس بیان پر طویل جرح کی گئی اور عدالت سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ اس بیان کو کوئی وقعت نہ دے۔ پرچرے کے وکیل مسٹر انعامدار نے تحریری درخواست پیش کی۔ کہ پرچرے کا اقبالی بیان تسلیم نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ بیان جان و مال کی دھمکیاں دے کر حاصل کیا گیا تھا۔ جس مجسٹریٹ نے بیان قلمبند کیا ہے۔ اسے یہ بیان لینے کا اختیار ہی نہیں تھا۔ اسکو صرف سپیشل جج ہی قلمبند کر سکتا تھا۔ ملزم کو یہ نام نہاد اقبالی بیان لکھواتے وقت بخار چڑھا ہوا تھا۔ اسے یہ پورا احساس نہیں تھا کہ اس بیان کی قانونی حیثیت کیا ہوگی۔ ملزم کے رشتہ داروں کو بھی دھمکیاں دی گئی تھیں۔

مدن لال کے ...... وکیل مسٹر بینرجی نے کہا۔ کہ سید منظر علی مجسٹریٹ کے بیان کو بھی مثل میں داخل نہ کیا جائے۔ آپٹے کے وکیل مسٹر مینگے نے بھی اعتراض اٹھایا۔ اور کہا۔ کہ یہ ساری کارروائی ہند یونین کا کوئی مجسٹریٹ ہی کر سکتا

تھا۔ ریاست گوالیار کے مجسٹریٹ کے بیان کی کوئی قانونی پوزیشن نہیں ہے۔
بعد میں پرچرے کا جو بیان ۲۲ نومبر کو سپیشل جج نے قلمبند کیا۔ اس میں ملزم نے کہا۔ کہ یہ جھوٹ ہے۔ کہ ۲۷-۲۸ جنوری کی درمیانی رات کو نتھو رام گوڈ سے اور آپٹے میرے پاس ٹھہرے۔ اور کہ ۲۸ جنوری کو انہوں نے میرے مکان کی بشت پر پستول کی مشق کی۔ میں نے کسی سے پستول لے کر دیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ اور یہ بھی غلط ہے۔ کہ میں نے ۳۰ جنوری کو جگن ناتھ اور رام دیال سنگھ سے کہا۔ کہ مہاتما گاندھی کو جو ہندو دھرم کے مخالف تھے قتل کر دیا گیا ہے۔ اور کہ گولی چلانے والا اپنا ہی آدمی ہے۔ یہ غلط ہے۔ کہ میں نے ۴ فروری کو مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیا۔ مجھ سے تو پولیس افسروں نے کاغذات پر دستخط کرائے

آپٹے اور کرکرے کی گرفتاری

ایک اینگلو انڈین نوجوان مسٹر کینڈی نے عدالت میں بیان کیا۔ کہ میں بمبئی میں اسپالٹس ہوٹل میں کام کرتا ہوں۔ ۱۲ فروری کو دو مسافر کمرہ نمبر ۲۹ میں ٹھہرے۔ شناخت کرتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ یہ کرکرے اور آپٹے تھے۔ آپٹے ۱۴ جنوری کو بھی ہوٹل میں آیا تھا۔ اس کے ہمراہ ایک عورت بھی تھی۔ ۲۷ جنوری ۱۹۴۷ء اور ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو بھی یہ ہوٹل میں ایک عورت کے ہمراہ آیا تھا ۱۳ فروری کو جب یہ مسافر پھر آیا۔ تو اس نے اپنا نام آروشنو اور دوست کا نام ایم کیشپ ظاہر کیا۔ ۱۴ فروری کو پولیس ہوٹل

میں آئی۔ اور اس نے آپٹے کو گرفتار کر لیا۔ اسی رات کو دوسرے مسافر کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

گرفتاری اور تلاشی کے وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ ان کا نام آپٹے اور کرکرے ہے۔ گواہ نے عدالت میں ان چیزوں کو شناخت کیا۔ جو ہوٹل میں سامان کی تلاشی لی جانے پر برآمد ہوئی تھیں۔ ان میں گاندھی ٹوپیاں بھی شامل تھیں۔

تفتیش کرنے والے بڑے افسر کا بیان

بمبئی سی۔ آئی۔ ڈی کے ڈپٹی کمشنر مسٹر ناگروالا نے جنہوں نے مقدمہ کی تفتیش میں حصہ لیا۔ اسپیشل جج کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں ہندوستانی پولیس میں ۲ فروری ۱۹۳۷ء کو ملازم ہوا تھا۔ پونہ اور شولاپور میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے طور پر کام کر چکا ہوں۔ تین سال تک سندھ میں رہا۔ حروں سے دو تصادم ہوئے۔ اور میں نے ان میں دستی بم پھینکے۔ چھ ہفتے ۳/۸ پنجاب رجمنٹ میں بھی رہا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو بمبئی سی۔ آئی۔ ڈی کا ڈپٹی کمشنر مقرر ہوا۔ ۳۱ جنوری ۱۹۴۸ء کو دہلی میں مجھے اسپیشل ڈیوٹی پر لگایا گیا۔ ۲۱ جنوری کو بمبئی کے ہوم منسٹر نے مجھے گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھٹنے کے واقعہ کے پیش نظر کچھ ہدایات دیں۔ دس بارہ روز پہلے کرکرے کی نظر بندی کا حکم دیا گیا تھا۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ آیا اس کی گرفتاری عمل میں لائی جا چکی ہے یا نہیں

۲۲ جنوری کو دہلی پولیس کے دو افسر بمبئی آئے اور کرکرے کو گرفتار کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور مزید سازشیوں کے متعلق بھی پوچھا۔ وہ گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھٹنے کے سلسلہ میں تفتیش کرنا چاہتے تھے۔ ۲۴ جنوری کو میں نے خاص اطلاعات کی بنا پر بڈگے کی گرفتاری کا حکم دیا۔ میں نے دہلی میں ڈی۔ آئی۔ جی کو ٹیلیفون پر اطلاع دی۔ ۳۰ جنوری کو ساڑھے پانچ بجے شام مجھے مہاتما گاندھی کے قتل کی اطلاع ملی۔ اس روز کچھ گرفتاریاں کی گئیں۔ گاندھی جی کے قتل کی خبر سنتے ہی بمبئی میں فساد شروع ہو گئے۔ فوج کی امداد طلب کی گئی۔ ۳۱ جنوری کی صبح کو مسٹر ساورکر کی درخواست پر ان کی حفاظت کے لئے چار سپاہی بھجوائے گئے۔

۳۰ جنوری سے پہلے میں نے کئی اشخاص سے باز پرس کی تھی۔ ۳۰ جنوری کی رات اور ۳۱ جنوری کی صبح کو بھی کئی اشخاص بلائے گئے۔ ۳۱ جنوری کی دوپہر کو میں نے ساورکر کے مکان کی تلاشی لی۔ ساورکر کے مکان میں اینٹیں۔ پتھر اور ٹوٹے ہوئے شیشے وغیرہ پڑے تھے۔ دروازوں اور کھڑکیوں کو نقصان پہنچایا گیا تھا۔ اور سامان بکھیر دیا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ہجوم نے حملہ کیا ہے۔ تلاشی لینے سے پہلے میں نے دو پنچوں سے کہہ دیا۔ کہ وہ میری اور میرے ساتھی پولیس افسر کی تلاشی لے لیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ تلاشی کے دوران میں ایک اور ہجوم کے آنے کی اطلاع ملی۔ ساورکر بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ میں نے وائرلیس کے ذریعے سے کنٹرول روم سے پولیس طلب کی۔ ۳۱ جنوری کو میں نے بڈگے اور آپٹے کی تلاشی کا حکم دے دیا۔ ۲ فروری کو اطلاع ملی۔ کہ

بڈگے پونہ میں گرفتار ہو گیا ہے۔ ۴ یا ۵ فروری کو میں نے پروفیسر جین کا بیان قلمبند کیا۔ میں نے ہوم منسٹر کا بیان بھی قلمبند کیا۔ ۵ فروری کو ساورکر کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتاری سے پہلے پولیس سرجن اور ایک اور ڈاکٹر نے مسٹر ساورکر کا معائنہ کیا تھا۔

جرح کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ جب بمبئی میں گاندھی جی کے قتل کی خبر پہنچی۔ تو فرقہ وارانہ فساد شروع ہو گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک ہندو بھائی کی دوکان لوٹی گئی ہے۔ گوکھلے روڈ پر گولی چلی۔ مسٹر جمنا واس مہتہ اور مسٹر کے۔ این دھرپ وغیرہ بھی گرفتار کئے گئے تھے۔ ایک ہجوم نے ایل۔ بی تھاٹے پر حملہ کیا۔ تھاٹے بھی گرفتار کیا گیا۔ ۳۱ جنوری کو اور بعد میں اپریل کے مہینہ میں میں نے آپٹے کے گھر کی تلاشی لینے کا حکم دیا تھا۔ ۳۱ جنوری کو پولیس نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا تھا۔

میں نے مقدمہ کی تفتیش کے سلسلہ میں سردار پٹیل سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ بڈگے کے مکان کی نگرانی ۲۴ جنوری سے شروع ہو گئی تھی۔ ملزموں اور باہر کے لوگوں کے درمیان نامہ و پیام کرنے کے الزام میں ایک لانس نائک کو ملازمت سے معطل کر دیا گیا۔

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ اس لانس نائیک نے مدن لال کے ایک شدید الزام کی تائید کی تھی؟

جواب:۔ نہیں۔ اس نے آپٹے کا ایک خط مس منورما کو پہنچایا تھا

گواہ نے کہا۔ کہ شنکر کی تلاش ۵ فروری سے شروع ہو گئی تھی۔

مدن لال نے قتل کی سازش کا حال بتا دیا تھا

بمبئی کے پروفیسر کا بیان

بمبئی کے پروفیسر جگدیش چندر جین نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ میں منگل نواس شواجی پارک بمبئی میں رہتا ہوں۔ روبیا کالج میں تعلیم دیتا ہوں اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوسرے ہفتے میں مدن لال سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔ مسٹر گپتا اسے میرے پاس لائے۔ اور امداد کی درخواست کی۔ میں نے مدن لال کو سبزی فروخت کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ اس کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اسے اپنی کتابیں کمیشن پر فروخت کرنے کے لئے دیں۔ کچھ دن کے بعد اس نے احمد نگر واپس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ مدن لال دسمبر کے دوسرے ہفتے میں پھر میرے پاس آیا۔ کتابوں کی قیمت ادا نہیں ہوئی تھی۔ ملزم نے اس بارے میں مجھے دو چٹھیاں بھی لکھیں۔ گواہ نے عدالت میں ان چٹھیوں کی شناخت کی۔ اور انہیں عدالت میں پڑھ کر سنایا۔ ایک چٹھی یکم جنوری کو اور دوسری ۹ جنوری کو لکھی گئی تھی۔

جنوری ۱۹۴۸ء میں مدن لال مجھ سے پھر ملا۔ رات کے ۸ بجے وہ میرے گھر آیا۔ اور باتوں باتوں میں بتایا۔ کہ اس نے راؤ صاحب پٹوردھن کو چھرا مارنے کی کوشش کی تھی۔ کیونکہ وہ ہندو مسلم اتحاد پر تقریر کر رہا تھا۔ پولیس نے خنجر چھین لیا۔ مدن لال نے مزید کہا۔ کہ میں نے ایک والنٹیر کور بنائی ہے جو ہندوؤں کے مفاد کی نگہبان ہے۔ مرہٹی اخبار میں میری تعریف کی گئی ہے

کر کرے مجھے روپیہ دے رہا ہے۔ بمبئی پارٹی کے نام سے ایک سنگھٹن قائم کی گئی ہے۔ جو ایک جنگل میں اسلحہ اور بارود جمع کر رہی ہے۔ مسٹر ساورکر بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اور انہوں نے مجھے شاباش دی ہے۔ مدن لال نے مزید کہا تھا۔ کہ اس پارٹی نے بعض لیڈروں کو ختم کر دینے کی سازش کی ہے۔ جب میں نے لیڈروں کا نام دریافت کیا۔ تو مدن لال نے کچھ بتانے سے انکار کیا۔ لیکن میرے اصرار پر اس نے مہاتما جی کا نام لیا۔ مجھے یہ سنکر سخت صدمہ ہوا۔ مدن لال نے کہا کہ یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ کہ میں مہاتما گاندھی کی پرارتھنا سبھا میں بم پھینکوں اور بعد ازاں میرے ساتھی گڑبڑ میں گولیاں چلا کر گاندھی جی کا کام تمام کر دیں۔ مدن لال نے کہا تھا۔ کہ ہم شرنارتھیوں کو فسادات میں بھاری نقصان پہنچا ہے۔ اور ہم بدلہ لیں گے۔ میں نے اُسے فہمائش کی۔ کہ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے مدن لال کی بات چیت کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ کیونکہ میں یہ سمجھتا تھا۔ کہ شرنارتھی گاندھی جی سے ناراض ہیں۔ چند دن بعد مدن لال نے مجھے بتایا۔ کہ وہ دہلی جا رہا ہے۔ لیکن کام کی کوئی نوعیت نہ بتائی۔ میں نے ایک میٹنگ میں مسٹر جے پرکاش نارائن سے ملنے کی کوشش کی۔ آزادانہ بات چیت نہ ہو سکی۔ تاہم میں نے مدن لال کی باتوں کی روشنی میں مختصراً یہ کہہ دیا۔ کہ شائد دہلی میں ایک بڑی سازش ہو رہی ہے۔ شری جے پرکاش نارائن ایک دو دن میں دہلی جانے والے تھے۔

میں نے ۲۱ جنوری کو اخبارات میں پڑھا۔ کہ مدن لال نے مہاتما گاندھی

کی پرارتھنا سبھا میں بم پھینکا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں میں سردار پٹیل سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن اطلاع ملی۔ کہ وہ دہلی روانہ ہو چکے ہیں۔ ۲۱ جنوری کو ۴ بجے شام میں نے سیکرٹریٹ میں بمبئی کے وزیر اعظم مسٹر کھیر سے ملاقات کی۔ اور مدن لال کی تمام کہانی بیان کی۔

جرح کے جواب میں گواہ نے کہا۔ کہ میں نے بمبئی میں مجسٹریٹ کو بیان لکھواتے ہوئے یہ نہیں کہا تھا کہ مدن لال نے مجھے اسلحہ کی فراہمی اور راؤ صاحب پٹوردھن پر چاقو سے حملہ کرنے کی باتیں بتائی ہیں۔

بمبئی کے ہوم منسٹر کا بیان

بمبئی کے ہوم منسٹر شری مرارجی ڈیسائی نے عدالت میں بیان کیا۔ کہ میں صوبہ بمبئی میں ہوم اور محکمہ مال کا انچارج ہوں۔ پولیس کا محکمہ میرے ماتحت ہے۔ میں پروفیسر جے سی جین کو جانتا ہوں۔ وہ ۲۱ جنوری کو ۴ بجے شام وزیر اعظم سے ملنے آئے۔ اور وزیر اعظم نے مجھے بھی بلا لیا۔

پروفیسر جین نے کہا۔ کہ آج اخباروں میں پرارتھنا سبھا میں بم پھینکے جانے کے متعلق جو خبر شائع ہوئی ہے۔ اس کے سلسلہ میں مدن لال کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ اس کے پاس بطور ریفیوجی آیا تھا۔

بم چلنے سے تین چار روز پہلے وہ بمبئی سے دہلی روانہ ہوا تھا۔ اور دہلی جانے سے پہلے مدن لال نے اس کے ساتھ بحث مباحثہ کیا۔ احمد نگر سے بھی واپس آنے پر اس نے بات چیت کے دوران میں کہا تھا۔

کہ وہ ایک بڑے لیڈر کو ختم کر دینگے۔ اور یہ لیڈر مہاتما گاندھی ہیں۔ مدن لال کا دوست کرکرے بھی پروفیسر کے مکان پر آیا تھا۔ اور اس کا تعارف کرایا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا۔ کہ ساورکر نے احمد نگر میں مدن لال کے کام کی تعریف کی تھی۔ اور کہا انہوں نے بم۔ بارود اور دوسرے ہتھیار جمع کر رکھے ہیں۔ پونہ میں کچھ اسلحہ مدفن ہے۔ وہ دہلی میں اس کام کو پورا کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ ہوم منسٹر نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے پروفیسر جین سے سوال کیا۔ کہ تم نے اس سازش کا پہلے کیوں نہ ذکر کیا پروفیسر نے جواب دیا۔ کہ شرنارتھی گپیں ہانکتے ہیں۔ میرا خیال تھا۔ کہ مدن لال نے میرے سمجھانے پر اپنا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ لیکن جب میں نے اخبار میں بم کی خبر پڑھی۔ تو اطلاع دینے کے لئے آیا۔ مسٹر ڈیسائی نے کہا۔ کہ میں نے پروفیسر جین کی باتیں سننے کے بعد سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر انچارج مسٹر ناگروالا کو بلایا۔ میں باہر جانے والا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پر بات چیت ہوئی۔ میں نے فوری کارروائی کرنے کے لئے کہا۔ کرکرے کی گرفتاری کا حکم دیا۔ دوسرا حکم یہ تھا۔ کہ ساورکر کی سرگرمیوں کی نگرانی کی جائے اور تیسرا یہ کہ تمام سازشیوں کا پتہ لگایا جائے۔ میں ۲۲ جنوری کو سردار پٹیل سے احمد آباد میں ملا۔ ان کو اور ان کے سیکرٹری کو تمام واقعات بیان کئے

شری مرار جی ڈیسائی نے کہا۔ کہ جب مسٹر ناگروالا مجھے اسٹیشن پر ملے۔ تو میں نے پہلی مرتبہ پروفیسر جین کا نام ظاہر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پروفیسر جین نے کہا تھا۔ کہ اگر نام ظاہر کیا گیا۔ تو اس کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو جائیگا

مہاتما گاندھی کی ہتیا کے بعد پروفیسر جین نے کہا۔ کہ اب میں اپنی زندگی کے خطرے سے نہیں ڈرتا۔ میرا نام ظاہر کیا جا سکتا ہے............
.... اور تفتیش کے سلسلے میں ہر امداد حاصل کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر جین بعد میں مجھ سے وقتاً فوقتاً ملتے رہے۔ میں دادا مہاراج اور دگھشٹ مہاراج کو جانتا ہوں۔ میں نے یہ افواہیں سنی تھیں۔ کہ دادا مہاراج اسلحہ بارود جمع کر رہا ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔ کہ یہ اسلحہ سوشلسٹوں کے لئے ہے۔

پاکستانی اسمبلی اور گاڑیوں کو تباہ کرنے کی کہانی

دادا جی مہاراج کا بیان

راگست کو اگو سوامی سری کرشن المعروف دادا جی مہاراج نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ میں بمبئی کے موٹا مندر میں رہتا ہوں۔ ایک بہت بڑے طبقہ میں لیڈر مانا جاتا ہوں۔ سیاسیات میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ ۱۹۴۲ء میں کانگرس کا ممبر بنا۔ میں دو بار ساورکر سے ملا شری سوبھاش بوس سے بھی ملنے کا موقعہ ملا تھا۔ میں آپٹے کو جانتا ہوں۔ آپٹے نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ وہ پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کو بارود سے تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اور کہ آدمی تو موجود ہیں۔ لیکن اسلحہ بارود اور روپیہ کی کمی ہے۔ میں نے روپیہ کے معاملہ میں کچھ دنوں کے بعد جواب دینے کا وعدہ کیا۔ آپٹے نے کرکرے کی معرفت مجھے پھر ملاقات کی دعوت دی۔ آپٹے نے کہا۔ کہ

گواہیں دو مارٹر فروخت کے لئے موجود ہیں۔ اور کہ ان کی قیمت ۴ ہزار روپے ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اس بات کا خیال رکھنا۔ کہ پاکستانی اسمبلی پر حملہ سے مسٹر جناح اور لیاقت علی ضرور مارے جائیں۔ آپٹے نے کہا۔ کہ دو ریوالور بھی مطلوب ہیں۔ ان کے بدلے میں پستول دئے جا سکتے ہیں۔ اکتوبر میں آپٹے یہ پستول میرے مکان پر لے آیا۔ ان میں سے ایک میں نے اپنے بھائی ڈوکھشت مہاراج کو دے دیا اور دوسرا آپٹے کو واپس کر دیا۔ یہ بعد میں یوم آزادی کے قریب قریب دیا گیا۔ آپٹے نے مجھے بتایا تھا۔ کہ پاکستان کو اسلحہ لے جانے والی گاڑی تباہ کرنے کے لئے دس ہزار روپیہ درکار ہے۔ لیکن صرف پانچ ہزار موجود ہے۔ جب میں نے کہا۔ کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ ایک موٹر کار مل جائے۔ تو ریاست حیدر آباد کی چوکی سے روپیہ لوٹا جا سکتا ہے میں خود حیدر آباد کی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن راستے میں حادثہ پیش آیا ۱۱ اکتوبر کو آپٹے پھر ملا۔ میں نے کہا۔ کہ پاکستان کو اسلحہ کی گاڑی جانے والی ہے اسے ضرور تباہ کرنا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے ڈائنامیٹ مہیا کیا جا سکتا ہے۔ آپٹے نے اس معاملہ میں ۱۴ اکتوبر کو بمبئی آنے کا وعدہ کیا۔ لیکن وہ نہ آیا۔ اور مجھے دیوالی سے صرف پانچ چھ دن پہلے ملا۔ اس نے ہندو ماشٹر پریس کے افتتاح کے لئے کہا۔ اور میں نے یہ منظور کر لیا۔ پونہ میں گاڑی اڑانے کے متعلق پھر بات چیت ہوئی۔ گوڈسے بھی موجود تھا۔ کہ جب تک گاڑی کو تباہ کرنے والی مشین نہ دکھلائی جائے۔ میں روپیہ نہیں دونگا۔ آپٹے مجھے کرکی اور دوسری جگہوں پر لے گیا۔ اس نے کوئی مشین نہ دکھائی۔ لیکن گاڑی اڑانے

کا پکا ارادہ تھا۔ اس پر بڈگے کو طلب کیا گیا کیونکہ اُس سے بارود مل سکتا تھا۔ بڈگے ڈکھشت مہاراج کے پاس آتا جاتا تھا اور میں نے اُسے پہلے بھی دیکھا تھا۔ بڈگے اپنے ساتھ گن کاٹن سلیب ہیڈ ڈروائر اور بارود کے پیکیٹ لے آیا۔ میں نے اُس سے ۸۰۸ نمبر کے بارود کے ۴۰ پیکیٹ لے لئے۔ بعد میں اس کی قیمت کے طور پر ۱۲۰۰ روپیہ بھیجا۔

۲۶ر جنوری کو ناتھو رام گوڈسے اور آپٹے میرے پوجا کے کمرے میں آئے۔ اور پھر ریوالور کا مطالبہ کیا میں نے وجہ دریافت کی۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جب کام ہو جائے گا تو آپ کو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔ میں نے ریوالور دینے سے انکار کیا کیونکہ آپٹے باتیں بہت کرتا تھا لیکن کام کم۔ اسلئے میں نے ریوالور نہ دیا۔ داداجی مہاراج نے جرح کے جواب میں کہا کہ میں نوا کھلی میں بھی گیا تھا اور مسلمان بنائے گئے ہندوؤں کو ان کے دھرم میں واپس لانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے ۹ راگست ۱۹۴۷ء کو دہلی میں آل انڈیا ہندو کنونشن میں تقریر کی تھی۔ میں نے ہندو سرکار کی حمائت نہ پہلے کی اور نہ اب کروں گا جب تک کہ وہ پاکستان کو خوش کرنے کی پالیسی ترک نہیں کرتی۔

میں نے بمبئی کے ہوم منسٹر سے ملاقات کے دوران میں مسٹر جناح اور مسٹر لیاقت علی کو ہلاک کرنے یا اسمبلی کو اُڑانے کے متعلق کوئی بات چیت نہیں کی تھی۔ میں نے کچھ اسلحہ جمع کر رکھا تھا اُن میں دستی بم۔ پستول۔ ریوالور اور دیسی بم وغیرہ شامل تھے۔ میں یہ اسلحہ مختلف صوبوں میں تقسیم کر دیتا تھا کئی بار مفت دیتا تھا۔ اور کبھی قیمت خرید سے لیتا تھا۔ میری گدی کی سالانہ آمدنی تین لاکھ روپے کے قریب ہے

گواہ نے مزید کہا کہ میں ۲۱ر جنوری سے ۲۶ر جنوری تک بمبئی میں تھا۔ موتا مندر میں ایک میٹنگ ہوئی۔ یہ ریاست جیسلمیر پر پاکستانی حملہ کے متعلق تھی میں نے اس کی صدارت کی۔ اس مرحلہ پر ناتھو رام گوڈسے نے کہا کہ ایک مقرر

نے کہا تھا کہ مہاتما گاندھی کا یہ کارنامہ اچھا نہیں کہ پاکستان کو ۵۵ کروڑ روپیہ دیا جا رہا ہے۔ گواہ نے کہا کہ گاندھی جی اور نہرو کی پالیسی میں فرق تھا۔ گاندھی تقسیم کے خلاف تھے اور پنڈت جی اس کے حق میں تھے۔

دِکشت جی مہاراج کا بیان

دادا جی مہاراج کے بھائی گوسوامی دِکشت نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں موٹا مندر بمبئی میں رہتا ہوں۔ میرا بڑا بھائی دادا جی مہاراج گدی نشین ہے۔ میں نے ۱۹۴۰ء سے سیاسات میں حصہ لینا شروع کیا۔ میں وعدہ معاف گواہ بڈگے کو پانچ چھ سال سے جانتا ہوں۔ اس نے پونہ میں ششتر بھنڈار جاری کیا۔ اور میرے پاس امداد کے لئے آیا۔ میں نے ۱۹۴۶ء سے اس سے کچھ اشیا خریدنا شروع کیا۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں بڈگے میرے پاس تین چار دفعہ آیا۔ اس وقت میں نے شنکر کو بھی دیکھا۔ میں نے بڈگے سے جون ۱۹۴۷ء سے اکتوبر ۱۹۴۷ء تک پانچ سات ہزار روپے کا اسلحہ خریدا۔ میں آپٹے کو اگست ۱۹۴۷ء سے جانتا ہوں۔ دادا جی مہاراج نے تعارف کرایا تھا۔ اس کا تعلق ہندو راشٹریہ اخبار سے تھا۔ ایک دو ملاقاتوں میں اس نے حیدرآباد کے متعلق بات چیت کی۔ میں مدن لال کو جانتا ہوں وہ پنجابی ہے۔ میرے پاس اکتوبر میں آیا اور پروفیسر جین کی کتابیں فروخت کے لئے پیش کیں۔

ناتھورام گوڈسے کا بیان

حکومت نے ناتھورام گوڈسے کا بیان چھاپنے پر پابندی لگا رکھی ہے اسلئے یہ شائع نہیں کیا گیا

ملزموں کے بیانات

اقبالی گواہ کا بیان

ڈگمبر رام چندر بڈگے کا اقبالی بیان ۲۰ جولائی ۱۹۴۸ء کو قلمبند کیا گیا اُس نے کہا کہ میں مرہٹہ ہوں۔ پونہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے ۱۹۴۲ء میں اسلحہ کی دوکان کھولی تھی۔ ریوالور۔ کارتوس۔ بم مشین گن اور رائفلوں کی فروخت ۱۹۴۷ء میں شروع کی۔ میں ہر سال ہندو سبھا کے جلسوں میں شامل ہوتا تھا۔ اور کتابیں وغیرہ فروخت کیا کرتا تھا۔ میں آپٹے ملزم کو جانتا ہوں اس سے پہلا تعارف چار پانچ سال پہلے ہوا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ نتھو رام گوڈسے نے ۱۹۴۲ء میں جو "ہندو راشٹر" جاری کیا آپٹے اُس میں کام کیا کرتا تھا۔ گاڈسے ہی نے آپٹے سے میرا تعارف کرایا۔

میں گوڈسے کو ۱۹۴۱ء سے جانتا ہوں۔ ملزم کرکرے کو ۲ یا ۳ سال سے جانتا ہوں۔ ۱۹۴۷ء کے شروع یا ۱۹۴۶ء کے آخیر میں ہندو راشٹر دل کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں گوڈسے۔ آپٹے اور کرکرے بھی شامل تھے۔ مسٹر ساورکر نے اس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کانگرس کی پالیسی ہندوؤں کے لیے نقصان دہ ہے۔ ہمیں اقتصادی طور پر مسلمانوں کا بائیکاٹ کر دینا چاہیئے۔ اگر وہ تشدد کریں تو ہم اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں فوج میں بھاری تعداد میں شامل ہو کر ہتھیار چلانے کی ٹریننگ لینی چاہیئے۔ گواہ نے کہا کہ ۱۹۴۷ء میں میں نے بمبئی جانا شروع کیا وہاں مسٹر ساورکر سے ملاقات ہوئی تھی۔

۳۰ ہزار کے ہتھیار

میں نے جولائی یا اگست ۱۹۴۷ء میں آپٹے کو ۳۰ ہزار روپے کے ہتھیار دیئے۔ دسمبر کے آخری ہفتہ میں آپٹے نے مجھ سے ریوالور مانگا۔ میں نے کہا کہ صرف بم دے سکتا ہوں۔ میں نے آپٹے کے کہنے پر اُس کے طلب کردہ بم ہندو سبھا کے دفتر میں بھجوا دیئے۔ بموں کا تھیلہ پہلے ڈیگمبر مہاراج کے مکان پر رکھا گیا۔ دوسرے دن وہاں سے منگوا کر مدن لال کے حوالے کیا گیا جس نے اُسے اپنے بستر میں باندھ لیا۔ آپٹے نے ڈیگمبر مہاراج سے کہا تھا کہ ایک ریوالور ضرور مہیا کیا جائے۔ ڈیگمبر نے کہا کہ اس کے پاس صرف ایک ہی ریوالور ہے اور وہ اسے نہیں دے گا۔ ملزم آپٹے نے مجھے بتایا کہ ساورکر نے اُن سے کہا تھا کہ گاندھی جواہر اور سہروردی کو ہلاک کر دو۔ ملزمان نے مجھے بھی دہلی چلنے کے لیے کہا چنانچہ میں اُن کے ہمراہ جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ نتھو رام گوڈسے اور آپٹے نے کہا کہ ساورکر کے درشن کرتے چلیں۔ چنانچہ گوڈسے اور آپٹے ساورکر کے پاس گئے۔ پانچ دس منٹ وہاں رہے۔ اس کے بعد ساورکر نیچے اُتر آیا۔ اور ملزموں سے کہنے لگا کہ تمہارا مشن کامیاب ہو۔

وعدہ معاف گواہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں ۱۹ جنوری کو رات کے دس بجے دہلی پہنچا۔ ہندو سبھا بھون میں جا کر دیکھا کہ مدن لال بھی اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ موجود ہے۔ مدن لال نے کہا کہ دوسرا شخص ناتھو رام گوڈسے کا بھائی ہے۔ اور اُس کا نام گوپال گوڈسے ہے آپٹے اور کرکرے بھی اس کمرے میں پہنچ گئے۔ اگلے دِن صبح آپٹے نے . . . . مجھے برلا ہاؤس چلنے کے لیے کہا چنانچہ میں اور شنکر اس کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے۔ ہم نے اپنی کار برلا ہاؤس کے بڑے دروازے کے سامنے روکی۔ اور جب برلا ہاؤس جانے لگے تو

برلا ہاؤس کے چوکیدار نے ہمیں روک لیا - ہم نے کہا کہ گاندھی جی کے سیکرٹری سے ملنا چاہتے ہیں - چوکیدار نے چٹ طلب کی - اور جب آپٹے نے ایک چھوٹا سا رقعہ لکھ کر دیا تو چوکیدار اندر چلا گیا - اُسی وقت ایک موٹا سا آدمی برلا ہاؤس کے ایک کمرے سے باہر نکلا - آپٹے نے کہا سہراوردی ہے پرارتھنا سبھا میں گاندھی جی کے قریب بیٹھتا ہے - ہم چوکیدار کی واپسی سے پہلے ہی برلا ہاؤس میں داخل ہو گئے - اور آپٹے نے مجھے وہ جگہ دکھائی جہاں پرارتھنا ہوا کرتی تھی - آپٹے نے اُس مقام کی طرف بھی اشارہ کیا جہاں گاندھی جی اور سہراوردی بیٹھا کرتے تھے - اُس نے مجھے ایک جالی دار کھڑکی بھی دکھائی جو عقب میں تھی - آپٹے نے رسی سے اس کے سوراخوں کو ماپ کر کہا کہ ان میں سے ریوالور کی گولی نکل سکتی ہے - اور بم پھینکا جا سکتا ہے - آپٹے نے یہ بھی کہا کہ کھڑکی پچھواڑے کے کمرے کے اندر سے کھلتی ہے - آپٹے نے کہا کہ جہاں تک ممکن ہو گاندھی جی اور سہراوردی دونو کو ختم کرنا چاہیئے - اگر دونو کو ختم کرنا ناممکن ہو تو ایک کو تو ہر حالت میں ختم کر دیا جائے -

جنگل میں پستول کی آزمائش

گوڈسے پرارتھنا سبھا میں جو پستول چلانا چاہتا تھا مندر وسبھا بھون کے نزدیک اس پستول کی آزمائش کی گئی - اتنے میں تین پہریدار آ گئے - گوڈسے نے پستول کو اپنے کمبل میں چھپا لیا - وہ ان دنوں مرینہ ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا - اُس نے کہا کہ مہاتما گاندھی اور سہراوردی کو ختم کر دینے کے لئے یہ ہماری آخری کوشش ہے آپٹے کی سکیم یہ تھی کہ پرارتھنا سبھا میں ہر طرف سے بم پھینکے جائیں - اور جب کھلبلی مچ جائے تو دو آدمی پستول سے فائرنگ کر کے مہاتما گاندھی کا کام تمام کر دیں - یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ آپٹے سگنل دے گا اور مدن لال اسکو دیکھ کر بم پھینکے گا

گوڈسے کے سگنل پر بھی مجھے بم پھینکنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ علاوہ ازیں شنکر کو بھی بم پھینکنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ہم برلا ہاؤس میں بھیس بدل کر پہنچے تھے اور نام بھی تبدیل کر لئے تھے۔

۲۰ جنوری کو ہم آپٹے۔ گوڈسے۔ اور شنکر کے ہمراہ ہندو سبھا کے دفتر میں گئے۔ گوڈسے نے بموں کا تھیلا رکھا ہوا تھا۔ ٹیکسی بلائی گئی۔ اور ہم اُس میں سوار ہو کر برلا ہاؤس میں پہنچے۔ وہاں مدن لال نے بتایا کہ بم رکھ دیا گیا ہے صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔ کرکرے نے اطلاع دی کہ گاندھی جی پرارتھنا سبھا میں پہنچ چکے ہیں۔ مجھ سے یہ کہا گیا کہ میں چبوترے کے عقبی کمرے میں فوٹوگرافر کے طور پر داخل ہو جاؤں۔ اور وہاں سے بم پھینکوں۔ لیکن جب ہی اُس کمرے میں داخل ہونے لگا تو اس میں تین آدمیوں کی موجودگی سے گھبرا اُٹھا۔ اور اندر جانے سے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ میں سامنے سے بم پھینکنے کے لئے تیار ہوں لیکن کمرے کے اندر سے نہیں پھینکوں گا۔ گاڈسے نے کہا کہ ڈرو مت۔ تمہیں بچانے کا انتظام ہو چکا ہے۔ لیکن میں نے پھر بھی کمرے کے اندر جانے سے انکار کر دیا۔ آپٹے نے مدن لال کی طرف رُخ کیا۔ اور اُسے تیاری کا حکم دے کر خود چلا گیا۔ تین چار منٹ کے بعد دھماکا ہوا۔ اور کھلبلی مچ گئی۔ لیکن گاندھی جی نے لوگوں سے کہا کہ وہ گھبرائیں نہیں اور بیٹھے رہیں۔ مدن لال کو وہیں گرفتار کر لیا گیا۔ ہم ہندو سبھا کے دفتر میں چلے گئے۔ گوڈسے اور آپٹے نے بیتابی سے پوچھا کہ برلا ہاؤس میں کیا بیتی ہے۔ میں نے کہا کہ مدن لال گرفتار ہو گیا ہے تم باہر نکل جاؤ۔ ہندو سبھا دفتر میں رکھے ہوئے بم قریبی جنگل میں دبا دیئے گئے۔ اور ہم پونہ روانہ ہو گئے۔ ۲۲ جنوری کو ہم پونہ پہنچے اور ۳۱ جنوری کو مجھے گرفتار کر لیا گیا۔

بڈگے نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ میں ہندو سبھا کا ورکر رہا ہوں۔

گوڈسے اور آپٹے نے مجھے مالی امداد دی تھی - اور وہ میرے قریبی دوست تھے
۲۰ جنوری کو جو بم پھٹا تھا وہ میری ہی دوکان سے لیا گیا تھا۔ مجھ سے ریوالور
بھی طلب کیا گیا تھا - لیکن میں نے صرف دو بم دیئے اور آپٹے نے کہا تھا کہ چلو
ایک مرحلہ طے ہو گیا ہے۔

گوڈسے بھوپٹکر کو بھی قتل کرنا چاہتا تھا

وعدہ معاف گواہ نے اپنے بیان میں ایک مرحلہ پر یہ کہا کہ حیدرآباد سٹیٹ پراونشل
ہندو مہاسبھا کانفرنس میں شری بھوپٹکر نے اس مطلب کا ریزولیوشن پیش
کیا تھا کہ اب ہندو دسودھ کو توڑ دیا جائے۔ اور ہندو سرکار سے مل کر اُن کے
شانہ بہ شانہ کام کیا جائے۔ ناتھورام گاڈسے اور نارائن آپٹے نے اس کی
شدت سے مخالفت کی۔ اگر ہم وہاں نہ ہوتے تو ناتھورام بھوپٹکر جی کو قتل
کر دیتا - وہ چاقو سے حملہ کرنا چاہتا تھا۔

بڈگے نے مزید کہا۔ کہ شنکر کو میں نے اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ملازم رکھا تھا
جب کبھی بمبئی میں فرقہ وارانہ فساد ہوا - میں نے دِگمبر مہاراج کو اسلحہ فروخت
کیا - ہتھیار فروخت کرنے کا لائسنس نہیں تھا - لیکن یہ خلاف قانون کام ہندو
قوم کے فائدے کے لیے تھا۔

دو ہزار روپے آمدنی

وعدہ معاف گواہ بڈگے پر طویل جرح ہوئی - اور اُس کے جواب میں ایک
مرحلہ پر بڈگے نے کہا کہ میں ۵۰ روپے سے لیکر دو ہزار روپے تک ماہوار کماتا رہا
میرا کسی بنک میں حساب کتاب نہیں ہے - کیونکہ میرا مقصد ہندو قوم کی سیوا کرنا

تھا۔ اور جو کچھ بچاتا تھا وہ قوم کے لئے صرف کرنے پر ہر وقت تیار رہتا تھا
بعض وقت میفلٹ چھپوا کر مفت تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ مکان کو آگ لگ جانے
کے باعث مجھے ۲۰ ہزار روپے کا نقصان ہوا۔ گرفتاری سے پہلے اپنی عورت
یا رشتہ داروں کو کوئی ہدایت دے کر نہیں آیا۔ کہ وہ کیسے زندگی بسر کریں گے
میرا خیال ہے کہ وہ بھوکے مر رہے ہوں گے اور سخت تکلیف میں ہوں گے۔
(گواہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے)
میں نے مرینہ ہوٹل میں بھگوی پگڑی نہیں پہنی تھی۔ کسی نے مجھے وہاں یہ
نہیں کہا کہ یہ بھیک مانگنے کی جگہ نہیں ہے باوا۔ (عدالت میں قہقہہ)
جرح کے جواب میں بڈگے نے یہ بھی کہا کہ میں ۲۰ جنوری کو بم پھٹنے کے وقت
(. . . . .) مہاتما گاندھی کے دائیں طرف پندرہ قدم
کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ میں نے ۲۰ جنوری کو
گوپال گاڈسے کو کرکرے کے ساتھ آخری مرتبہ دیکھا۔

ملزم کرکرے کا بیان

۱۵ نومبر کو ملزم وشنو رام کرکرے نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میں نے کوئی
جرم نہیں کیا۔ عدالت کو یہ مقدمہ سننے کا اختیار ہی حاصل نہیں ہے۔ ۲۰
جنوری اور ۳۰ جنوری کے واقعات کے متعلق الگ الگ مقدمے چلانے کی
ضرورت تھی۔ میں چمبور میں تھا۔ تو مدن لال مجھ سے ملا اور کہا کہ شادی کے
سلسلہ میں دہلی جانا چاہتا ہوں۔ اور گاندھی جی کی مسلم نواز پالیسی کے خلاف
پرامن مظاہرہ کرنا چاہتا ہوں۔ ۱۷ جنوری کو دہلی پہنچے۔ ۱۹ جنوری کو مدن

لال کے ایک رشتہ دار نے ہمیں دعوت دی - وہ مدن لال کی شادی کی تاریخ مقرر کرنا چاہتا تھا۔ ۲۰ جنوری کو دوپہر کے وقت مدن لال نے مجھے بتایا کہ شام کو ہندوستشرنارتھی گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں مظاہرہ کریں گے - لیکن میں نے مدن لال سے کہا کہ میرے پہچانے جانے کا ڈر ہے - اسلئے میں اکیلا جاؤں گا - میں مدن لال کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں تھا - برلا ہاؤس میں پہنچنے پر مجھے معلوم ہُوا کہ بم پھٹا ہے اور مدن لال کو گرفتار کر لیا گیا ہے - میں خوفزدہ ہُوا اور رات کو متھرا روانہ ہو گیا - دو دن وہاں ٹھہرا - اور پھر رفیوجی کیمپ میں واپس چلا گیا - مجھے گاندھی جی کے قتل کا علم اخبارات کے ذریعے ہُوا نہ میں نے کوئی سازش کی اور نہ کسی سازش میں حصّہ لیا -

ملزم نے اپنے بیان میں کہا - کہ میں آپٹے کو ۱۹۳۶ء سے جانتا ہوں - اور مدن لال کو دسمبر ۱۹۴۷ء سے لیکن ناتھورام گوڈسے - بڈگے - شنکر اور ویرساورکر کو ۱۵ جنوری سے پہلے ذاتی طور پر نہیں جانتا تھا - ۱۵ جنوری کو دہلی روانہ ہُوا - بمبئی کے کچھ گواہان استغاثہ نے میری شناخت کی کیونکہ سی۔آئی ڈی کے دفتر میں مجھے اُن کے سامنے لایا جا چکا تھا -

ملزم نے اپنے بیان میں کہا کہ میں ۱۹۱۰ء میں ضلع رتناگری کے ایک غریب مگر باعزت گھرانے میں پیدا ہُوا تھا - میرا باپ اوائل عمر ہی میں گذر گیا تھا - ماں نے تعلیم دلائی تھی - میں نے اس کی موت کے وقت وعدہ کیا کہ میں ہندو فلسفہ کی ترقی اور ہندو قوم کی خدمت کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دوں گا - یہی تعلیم میری ماں نے مجھے دی تھی - میں ۱۹۲۸ء میں ہندو سبھا کا ممبر بنا - ۱۹۴۲ء میں ہندو سبھا کے ٹکٹ پر بلامقابلہ ممبر منتخب ہو گیا اور مجھے

سینٹرل کمیٹی کا چیئرمین چنا گیا۔ مجھے استغاثہ کے گواہوں نے سیٹھ کا نام دیا ہے۔ اور میرے متعلق بیان کیا ہے کہ میں نے مدن لال کی مالی امداد کی لیکن میری مالی حالت کا پتہ ان دو چٹھیوں سے پتہ چل سکتا ہے جو شری ساورکر کی فائلوں سے برآمد کی گئی ہیں۔ اور جو مجھے ملزم آپٹے نے لکھی ہیں۔

نواکھلی میں ہندوؤں کے قتل و غارت کو دیکھ کر مجھے مہاراشٹر ہندو والنٹیر کور کا انچارج بن کر جانا پڑا۔ میں نے ہزاروں مصیبت زدہ ہندوؤں کی امداد کی۔ میں نے ایک گاؤں دتا پور میں رفیوجیوں کے لئے کیمپ جاری کیا اور اس میں شری متی سچیتا دیوی کو بچایا جنہیں مسلمان زبردستی لے جانا چاہتے تھے۔ ان دنوں گاندھی جی بھی نواکھلی میں تھے۔ جب چانی گاؤں میں پرارتھنا سبھا لگا رہے تھے تو ایک ہندو لڑکا اس سبھا سے واپس آتے ہوئے قتل ہو گیا۔ اس سلسلہ میں میں نے گاندھی جی کو کچھ تجویزیں لکھ کر بھیجیں اور ان پر عمل بھی کیا گیا۔ اس کے بعد پنجاب کے فسادات کی وجہ سے پیرٹت احمد نگر میں آئے۔ میں نے دساپور کیمپ میں پیرتوں کی امداد کی۔ مجھے چیمبور کیمپ میں بھی جانا پڑا اور وہاں مدن لال ملزم سے میرا تعارف ہوا۔ ان دنوں میں پرشارتھی احمد نگر میں پرامن مظاہرے کر رہے تھے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ایک بڑا جلوس نکلا اور جلسہ ہوا۔ ۵ جنوری کو مدن لال ایک میٹنگ میں گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن میرے یقین دلانے پر کہ اسے غلط فہمی میں گرفتار کیا گیا ہے۔ رہائی کا حکم دے دیا گیا۔ ۸ جنوری کو کسی غلط فہمی کی بنا پر مدن لال پر ریلوے سٹیشن پر حملہ کیا گیا۔ اور وہ شدید زخمی ہوا۔

شری ساورکر کا بیان

۲ نومبر کو مقدمہ کے ساتویں ملزم شری ساورکر نے عدالت میں ۵۷ صفحوں

کا ایک تحریری بیان پڑھا۔ اور صحت جُرم سے انکار کیا۔ شری ساورکر نفتیہ۔ ہند کا ذکر کر کے رو پڑے۔ آپ نے کہا کہ فرد جُرم میں جن جرائم کا ذکر کیا گیا ہے میں نے اُن کے سلسلہ میں کسی قسم کی اعانت نہیں کی۔ اور نہ ہی میرے لئے ایسا کرنے کی کوئی وجہ تھی۔

میں نے بطور پردھان ہندو سبھا سینکڑوں دورے کئے۔ ایک دورہ میں ناتھو رام گوڈسے کا تعارف ہوا۔ مسٹر آپٹے نے بھی اپنے آپ کو ایک خط کے ذریعے سے تعارف کرایا۔ اس میں لکھا تھا۔ کلکٹر کی اجازت سے میں رائفل کلب کھول رہا ہوں ڈاکٹر پرچرے نے اپنے آپ کو گوالیار ہندو سبھا کے لیڈر کے طور پر تعارف کرایا میں نے مسٹر کرکرے کے بارے میں سُنا تھا کہ وہ ہندو سبھائی ورکر ہیں۔ اور سبھا کے ٹکٹ پر ناگپور میونسپلٹی کے چیرمین چُنے گئے۔ مسٹر بڈگے نے مجھے لکھا تھا کہ وہ ہندو دھرم تحریک کا ورکر ہے اور وہ ہتھیار فروخت کرنے کا کام کرتا ہے جن کے لئے قانوناً کسی لائسنس کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوسرے ملزمان شنکر۔ گوپال گاڈسے اور مدن لال سے میں ناواقف ہوں۔ اور کبھی اُن کے متعلق سُنا بھی نہ تھا۔ ہندو سبھا کی جو رپورٹیں میرے پاس آئی تھیں اُن سے معلوم ہوا کہ بڈگے پونہ میں کبھی کبھی تنخواہ پر اور کبھی کبھی بلا تنخواہ کام کرتا تھا۔ اس نے ایک دو بار اپنی اسلحہ کی دوکان کے سلسلہ میں مالی مدد مانگی تھی۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ اور نہ اس سے ذاتی طور پر ملا۔ ڈاکٹر پرچرے ہندو سبھا گوالیار کے کام کی رپورٹیں بھیجا کرتا۔ ہندو سبھا کے پردھان پد سے الگ ہونے کے بعد میں نے ڈاکٹر پرچرے کے متعلق کچھ نہیں سُنا۔

استغاثہ نے آپٹے کے خطوط سے یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ میرا اور اُس کا گہرا تعلق ہے۔ حالانکہ اس کے خطوط ہندو سبھا کی ڈسپلن کی کارروائی کے مطابق تھے میں نے اُسے ۱۵ ہزار روپیہ اخبار کی مالی امداد کے لئے قرض دیا۔ اس کے لئے پرنوٹ

لکھایا گیا۔ بعد ازاں ہندو راشٹریہ پرکاشن لمیٹڈ کمپنی بنی جس میں میرا روپیہ حصہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ بہت سے دوسرے لیڈروں نے بھی ہزاروں روپے اس کے لئے دیئے جن میں سیٹھ برلا جیسے بڑے بڑے آدمی بھی شامل ہیں۔ میں تو گوڈسے کے اخبار کے علاوہ اور اخبارات کی بھی مدد کرتا تھا۔ میرے علاوہ دوسرے لوگ بھی مدد کرتے تھے۔ اس کی پالیسی گوڈسے اور آپٹے کے ہاتھ میں تھی۔ میرا فوٹو وہ کبھی دوسرے اخبارات کی طرح پہلے صفحہ پر شائع کرتے تھے۔ لیکن حیرت ہے کہ استغاثہ نے ابتدائی تقریر میں اس کا خاص ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ میرا ان کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ گاندھی جی کے فوٹو بھی اس طرح چھپتے تھے کئی اخبارات کا تو گاندھی جی کو علم تک بھی نہ تھا۔ "کیسری" تلک مہاراج کا فوٹو چھاپ رہا ہے۔ لیکن قانون کے مطابق اس کے ذمہ دار کیسے ہو سکتے ہیں۔ میرے ایک خط سے ظاہر ہے کہ میں نے اس اخبار کی پالیسی یا کنٹرول سنبھالنے سے انکار کیا تھا۔

شری ساورکر نے گوڈسے کے چند خطوط پڑھ کر سنائے اور کہا کہ ان سے ظاہر ہے کہ کئی بار گوڈسے کو ساتھ لے جانے سے انکار کیا گیا تھا۔ چند مرتبہ گوڈسے اخباری نمائندے کے طور پر شامل ہوا۔ لیکن اس کے علاوہ دوسرے رپورٹر بھی شامل ہوا کرتے تھے۔

میرے ساتھ گوڈسے اور آپٹے کا تعلق صرف ہندو سبھا کے کام تک ہی محدود تھا۔ ان کے علاوہ ہزاروں ورکر اور بھی تھے۔

وعدہ معاف گواہ کے بیان میں کہا گیا ہے کہ ۴۵-۱۹۴۴ء میں بمبئی میں ۳۰-۴۰ آدمیوں کی ساورکر سدن میں میٹنگ ہوئی۔ اور اس میں میں نے اسلحہ فروخت کرنے کے معاملہ میں بڈگے کی تعریف کی۔ اگر وعدہ معاف گواہ کا یہ الزام درست ہو تو بھی میری کارروائی قابل اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ بڈگے نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ ۱۹۴۷ء

تک ایسا اسلحہ بیچتا تھا جس کے لئے لائسنس ضروری نہیں۔ بقول بڈگے۔ مسلمانوں کے بائیکاٹ کی میں نے تلقین کی۔ اور کہا کہ ہندو اسلحہ کا استعمال سیکھیں۔ بالفرض میں نے یہ کہا ہو تو اس کا سازش کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی میٹنگ ہوئی ہی نہیں تھی۔ وعدہ معاف گواہ بڈگے کی یہ ساری کہانی بے بنیاد ہے

بڈگے نے ایک اور میٹنگ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں ساورکر نے دو ورکروں کے ہمراہ فوٹو کھچوایا تھا۔ لیکن بڈگے نے خود ہی کہا ہے کہ یہ ورکر رفیوجیوں کی امداد کرنے والے تھے۔ یہ بیان مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔

اسلحہ والے تھیلہ کے متعلق بڈگے نے جو بیان دیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گوڈسے اور آپٹے یہ تھیلہ لے کر ساورکر سدن میں گئے۔ لیکن ساورکر سدن میں جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مجھ سے ملے۔ ساورکر سدن میں کئی اور ورکر بھی رہتے تھے۔ بڈگے نے کہا ہے کہ آپٹے پانچ دس منٹ کے بعد باہر آ گیا۔ اسلحہ کا تھیلا اس کے ہاتھ میں تھا۔ بڈگے نے یہ نہیں کہا کہ اسلحہ کا تھیلہ میرے مکان کے اندر رکھ دیا گیا۔ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ تھیلا ڈکشٹ مہاراج کے مکان پر رکھا گیا تھا۔ گوڈسے اور آپٹے دونو اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ کہ وہ بڈگے کے ہمراہ میرے مکان پر آئے۔

گاندھی جی کو ختم کرنے کے سلسلہ میں بڈگے نے یہ نہیں کہا کہ میں نے کسی کو ہدایت کی تھی۔ بڈگے نے یہ کہا ہے کہ آپٹے نے اُسے بتایا تھا کہ ساورکر نے گاندھی نہرو اور ساورکر کو ختم کرنے کے لئے کہا ہے۔ اس بات کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ میں نے آپٹے کو گاندھی جی نہرو اور سہراوردی کو ختم کر دینے کے لئے کہا۔ آپٹے اور گوڈسے خود یہ بیان دے چکے ہیں کہ انہوں نے بڈگے سے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اصل یہ ہے کہ بڈگے نے خود معافی حاصل کرنے کے لئے غلط بیانیاں کی ہیں۔ اس معاملہ

میں پولیس کا دباؤ بھی ہو سکتا ہے۔ میرے خلاف وعدہ معاف گواہ کا بیان ہی کافی نہیں ہے۔ ٹھوس ثبوت کی بھی ضرورت ہے۔

وعدہ معاف گواہ نے مزید کہا ہے کہ ۱۷ر جنوری ۱۹۴۸ء کو گوڈسے اور آپٹے وغیرہ آخری درشن کے لیے میرے مکان پر گئے۔ بڈگے کو نیچے ٹھہرایا گیا۔ میں پانچ دس منٹ کے بعد گوڈسے اور آپٹے کے ساتھ نیچے آیا۔ اور کہا کہ جاؤ کامیاب ہو۔ گاندھی جی کے ۱۰۰ برس پورے ہو چکے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس سلسلہ میں یہ بیان کرتا ہوں کہ ۱۷ر جنوری کو یا اس کی کسی قریبی تاریخ کو ان کی میرے ساتھ کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے یہ کسی سے یہ کبھی نہیں کہا کہ گاندھی جی کے ۱۰۰ برس پورے ہو چکے ہیں۔ استغاثہ کے گواہوں نے خود بیان کیا ہے کہ اس روز ملزم ٹیکسی میں سوار ہو کر کئی جگہوں پر گئے کسی جگہ سے نظام حیدر آباد کی مزاحمت کی تحریک کے لئے رقم حاصل کی۔ مسٹر ہیڈور دھن کالے سے اگرونی اخبار اور ہندو راشٹر پرکاشن کے لیے روپیہ حاصل کیا وغیرہ وغیرہ بڈگے میرے ساتھ صرف یہ الفاظ منسوب کرتا ہے کہ جاؤ پرماتما تمہیں کامیاب کرے۔ اگر بالفرض میں نے یہ الفاظ کہے تھے بڈگے کو کیسے معلوم ہوا۔ کہ میرا اشارہ گاندھی جی کے قتل کی طرف ہے۔

ٹیکسی ڈرائیور نے جو بیان استغاثہ کے گواہ کے طور پر دیا ہے۔ وہ بڈگے کے بیان کی تردید کرتا ہے۔

پولیس نے بڈگے کو اسلئے معافی دی کہ وہ میرے خلاف جھوٹے بیان دے۔ اپنے بیان میں اس نے کئی جگہوں پر یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ مثال کے طور پر بڈگے نے خود اپنے متعلق مختلف جگہوں پر یہ الفاظ کہے ہیں۔

(۱) کہ میں بغیر لائسنس کے بم فروخت کیا کرتا تھا۔

(۲) میں گرفتاری سے ڈرتا تھا اسلئے میں نے اسلحہ کا تھیلا کھراٹ کے مکان میں چھپا دیا۔

(۳) میں نے ٹیکسی میں ریوالوروں والا تھیلہ ٹیکسی ڈرائیور کو بتلائے بغیر رکھ دیا تاکہ تلاشی ہو تو وہ پکڑا جائے اور میری جان بچ جائے۔

(۴) بڈگے نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اُس نے بندا پنت کا نام اختیار کر لیا۔

(۵) بڈگے نے کہا ہے کہ اُس نے بغیر ٹکٹ کے سفر کیا اور ٹکٹ کلکٹروں کو رشوت دی۔ بڈگے نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اُس نے رُوپیہ حاصل کرنے کے لئے غلط عرضداشتیں کیں۔ بڈگے نے اپنے بیان میں تسلیم کیا ہے کہ ریوالور بیچنے کے معاملے میں اُس نے ڈکھشت مہاراج کے سامنے غلط بیانی کی۔

ان حالات میں عجب نہیں کہ وہ میرے متعلق غلط بیانیاں کرے۔

مدن لال کے متعلق مسٹر ساورکر نے کہا کہ نہ مدن لال کبھی مجھ سے ملا اور نہ میں نے اس کی پیٹھ ٹھونکی۔ پروفیسر جین کے اس بیان کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ میں نے مدن لال کی پیٹھ ٹھونکی تھی۔ پروفیسر جین نے اس عدالت میں تو یہ کہا ہے کہ مدن لال مجھ سے ملنے آیا تھا۔ لیکن پروفیسر جین نے جو بیان بمبئی کے مجسٹریٹ کو لکھوایا تھا اس میں اس ملاقات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ پروفیسر جین نے ایک مرحلہ پر کہا ہے کہ جب مدن لال نے گاندھی جی کی قتل کی سازش کے متعلق انہیں بتایا تو انہوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اسی لئے حکام کو اطلاع نہ دی۔ لیکن ایک اور مرحلہ پر انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس بیان کو اہمیت دی۔ اور مسٹر جے پرکاش کو بتانے کی کوشش کی کہ دہلی میں ایک بڑی سازش ہو رہی ہے اگر ڈاکٹر جین بم پھٹنے کے بعد بمبئی کے وزیر اعظم سے

مل سکتے تھے۔ تو اس وقت کیوں نہ ملے۔ جبکہ بم پھٹنے سے پہلے مدن لال نے اشارہ کیا تھا۔ ڈاکٹر جین نے کہا ہے کہ وہ بمبئی پولیس سے ڈرتے تھے۔ لیکن وزیر اعظم سے تو مل سکتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ساری کہانی بعد میں بنائی گئی ہے مدن لال نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اصل یہ ہے کہ پروفیسر جین اور مدن لال میں دوستانہ تعلقات تھے۔ ان کے قبضہ سے مدن لال کے کچھ خط بھی برآمد ہوئے ہیں۔ جب پروفیسر جین نے اخبار میں بم پھٹنے کے سلسلہ میں مدن لال کا نام پڑھا تو وہ گھبرا گئے۔

یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے۔ کہ میرے مکان سے کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔ استغاثہ نے شروع میں کہا تھا کہ وہ میرے متعلق ایسے ٹھوس ثبوت پیش کرے گا جس سے ظاہر ہوگا کہ میرے اشتراک کے بغیر قتل ہوتا ہی نہ۔ لیکن اب جبکہ سب شہادتیں سامنے آچکی ہیں میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے معاملے میں یہ سب بے بنیاد ہیں۔

میری فائلوں سے دس ہزار خطوط ملے ہیں۔ سی آئی ڈی نے تین ماہ تک ان کی پڑتال کی۔ ان میں سے ایک سو اور ۱۲۵ کے قریب خطوط عدالت میں پیش کئے گئے۔ اور عدالت نے صرف ۲۰ خطوط کو مثل میں شامل کیا۔ میں بے قصور ہوں اسلئے مجھے باعزت طور پر بری کر دیا جائے۔

ملزم آپٹے کا بیان

۱۰ نومبر کو ملزم نارائن دتاتریہ آپٹے نے تحریری بیان دیا جس میں صحت جرم سے انکار کیا۔ اور کہا۔" استغاثہ کے الزامات دروغ گوئی پر مبنی ہیں۔ میں نے کسی ملزم کے ساتھ کوئی بھی جرم کرنے کے لئے سازش نہیں کی۔ میرے خلاف شہادت من گھڑت ہے اور گواہوں سے تشدد کے ذریعے زبردستی شہادت دلائی گئی ہے۔ استغاثہ کی طرف سے بے بنیاد شکوک عدالت کے سامنے پیش کئے گئے تاکہ کسی بنا پر مجھے سازش میں پھنسایا جاسکے۔

جہاں تک قتل کی سازش کا تعلق ہے ملزموں میں نہ تو کوئی سازش ہوئی۔ اور نہ ہی کوئی معاہدہ ہوا مجھے ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں بم چلنے اور ۳۰ جنوری کو برلا ہاؤس میں گاندھی جی پر گولی چلنے کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔ میرا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ وعدہ معاف گواہ بڈگے نے دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔ اس نے جنوری ۱۹۴۸ء سے پہلے میری سرگرمیوں سے متعلق جو بھی واقعات بیان کئے ہیں۔ ان کے بھی بعض حصے غلط ہیں حیدر آباد کے متعلق میری سرگرمیوں کے واقعات بھی غلط طور پر عدالت کے سامنے رکھے گئے ہیں۔

میں پونا کے ایک اعلےٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرا باپ کٹر ہندو اور مشہور مورخ تھا۔ میں نے ۱۹۳۲ء میں بی۔ ایس سی اور ۱۹۴۰ء میں بمبئی یونیورسٹی

سے بی۔ ٹی کا امتحان پاس کیا۔ میں نے بطور ٹیچر کافی کام کیا۔ میں نے سات سال تک امریکن مشن ہائی سکول احمد نگر میں بھی کام کیا۔ ۱۹۳۹ء میں ہندو سبھا احمد نگر کا ممبر بنا۔ مجھے ہندو دھرم اور ہندو سنسکرتی پر فخر ہے۔

۱۵۰ سالہ انگریزی حکومت نے ہندوؤں کی طاقت اور سپرٹ کو کم کر دیا تھا۔ میں نے ہندو سوسائٹی کو متحد اور طاقتور بنانے کیلئے نوجوانوں کو منظم کیا۔ تاکہ اس سوسائٹی میں پرانے آرین زمانہ کے بہادر ہندوؤں کی سپرٹ پیدا کی جائے کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ مہاتما گاندھی کی عدم تشدد کی پالیسی ہندو سوسائٹی کے لئے نقصان دہ ہے۔ مجھے گاندھی جی کے اصولوں سے اختلاف تھا۔ لیکن میرے دل میں کبھی گاندھی جی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ مجھے گاندھی جی کی موت کی خبر سن کر ازحد رنج ہوا۔

میں نے بیرونی حملہ سے بچاؤ کے پیش نظر نوجوانوں کو منظم کیا۔ اور ۳۹-۱۹۳۸ء میں احمد نگر میں رائفل کلب جاری کی۔ اس کلب کا مقصد ہندو نوجوانوں کو آتشیں ہتھیاروں کے سلسلہ میں ٹریننگ دینا تھا۔ تاکہ وہ بیرونی حملہ کے وقت اپنا بچاؤ کر سکیں۔ اس کے لئے مسٹر کے ایم منشی ہوم منسٹر بمبئی گورنمنٹ کی اجازت حاصل کی گئی تھی۔ ہمارے کئی لیڈر بھی اس میں شامل تھے۔ کلب کی برانچیں پونا۔ شولاپور اور ستارہ وغیرہ شہروں میں جاری کی گئیں۔ مہاراشٹر سینٹرل کلب بھی قائم ہوئی۔ شری این۔ وی گیڈگل وزیر ورکس اور شری ماولینکر سپیکر پارلیمنٹ بھی ان لیڈروں میں شامل تھے۔ میرا خیال ہے کہ حکومت نے میرے اس کام کا اعتراف کیا۔ اور جنوری ۱۹۴۳ء میں مجھے اسسٹنٹ ٹیکنیکل ریکروٹنگ آفیسر

مقرر کیا گیا۔ مجھے انڈین ایئر فورس میں کنگز کمیشن عطا کیا گیا۔ لیکن مجھے اپنے باپ کی موت پر یہ سرگرمیاں بند کرنی پڑیں۔

ناتھورام گوڈسے سے ۱۹۴۱ء میں ہندو سبھا کے کارکن کے طور پر پونا میں جان پہچان ہوئی۔ ۱۹۴۴ء میں میں نے اور ناتھورام گوڈسے نے ایک روزانہ اخبار "اگرونی" جاری کیا۔ یہ ہندو سبھا کے لیڈر دل کے سیاسی خیالات اور ہندو سنگٹھن کے پروپیگنڈہ کی غرض سے جاری کیا گیا تھا۔ اس وقت ہندوستان کی تقسیم اور گاندھی جی و کانگریس کی عدم تشدد کی پالیسی کی اخبار میں مخالفت کی جا رہی تھی۔ اور یہ لکھا جاتا تھا کہ گاندھی جی اور کانگریس کی مسلم نواز پالیسی صرف ہندوؤں ہی کے لئے نقصان دہ نہیں بلکہ اس سے سارے ہندوستان ہی کا نقصان ہو رہا ہے۔ ناتھورام گوڈسے کے سپرد لیڈر نگ لکھنے کا کام تھا۔ اور میں تمام اخبار کا انتظام کرتا تھا۔ میں اور ناتھورام گوڈسے ہندو سبھا کے کارکن کے طور پر پونا اور صوبہ بمبئی کا دورہ کرتے تھے۔

ہندو راشٹر یہ دل ۱۹۴۳-۴۲ء میں شروع کیا گیا۔ اس کا مقصد ہندو سنگھٹن اور ہندو سبھا کے لئے پروپیگنڈہ کرنا تھا۔ گاندھی جی کی پرارتھنا سبھاؤں میں کئی بار مظاہرے کیے گئے۔ ان مظاہروں کا مقصد گاندھی جی اور کانگریس پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ ان کی پالیسی ہندوستان کے لئے عموماً اور ہندو سماج کے لئے خصوصاً نقصان دہ ہے۔ ۱۹۴۴ء میں پنج گنی میں گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں مظاہرہ کیا گیا۔ اس وقت میرے ساتھ ۳۰ والنٹیر تھے۔ ہم پر بعض لوگوں نے تشدد کیا۔ میں نے اس پر اخبار میں آرٹیکل لکھا۔ یہ مظاہرہ راجگوپال آچاریہ

فارمولہ اور ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تھا۔ دوسرا مظاہرہ ۱۹۴۶ء میں بھنگی کالونی دہلی میں کیا گیا۔ اور یہ نواکھلی میں ہندوؤں کے قتل و غارت کے باوجود مہاتما گاندھی کی مسلم نواز پالیسی اور ہندوستان کی تقسیم کے سلسلہ میں تجاویز کے خلاف تھا۔ اس وقت میرے ساتھ ۲۵ والنٹیر تھے۔

مظاہرہ کے لئے ہم نے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ میں مہاتما گاندھی کی پرارتھنا سبھا میں جا کر مائیکروفون پر تقریر کرتا تھا۔ اور مہاتما جی سے ہندوستان کی تقسیم اور اُن کی مسلم نواز پالیسی کے متعلق سوال کرتا تھا۔ اور مائیکروفون سے نعرے بلند کئے جاتے تھے۔ جو والنٹیر میرے ساتھ ہوتے تھے وہ بھی نعرے لگاتے تھے۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی تقسیم ہوئی۔ اور ہند یونین اور پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اخبارات میں پنجاب، سندھ، بنگال وغیرہ علاقوں میں ہندوؤں کے قتل اور اُن کے مکانات وغیرہ کی تباہی کی خبریں شائع ہونی شروع ہو گئیں۔ اور شرنارتھی بھاری تعداد میں ہند یونین کی حدود میں آ گئے۔

حیدرآباد میں ہندو اکثریت میں ہیں۔ لیکن انہیں بھاگنے پر مجبور کیا گیا۔ اخبارات میں رضاکاروں کے مظالم کی خبریں شائع ہوئیں۔ ہندو مہاسبھائیوں نے بھی کہا کہ اس وقت حیدرآباد کے ہندوؤں کے بچاؤ کیلئے انہیں قربانی دینی چاہیئے۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے وہاں کے ہندوؤں کو ہتھیار اور بارود مہیا کیا۔ اور مدد کی استغاثہ نے اس سلسلہ میں میری کوششوں کا ذکر عدالت کے سامنے رکھا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں خطرناک نوعیت کا انسان ہوں۔

اور میں نے مہاتما گاندھی کے قتل کے سلسلہ میں ضرور سازش کی ہو گی۔

اس سلسلہ میں استغاثہ نے دادا جی مہاراج کی شہادت پیش کی ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے خلاف جو الزامات عائد کئے گئے ہیں اُن واقعات کا اس مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ واقعات کو میرے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔

وعدہ معاف گواہ بڈگے کا مجھے اور میرے ساتھی ملزموں کو اسلحہ مہیا کرنے کے سلسلہ میں بیان لغو اور بے بنیاد ہے۔ یہ غلط ہے کہ ۱۹۴۷ء میں میں اسے ملا۔ اور میں نے اس سے بات چیت کی یہ قطعی غلط ہے کہ میں دسمبر ۱۹۴۷ء کو اس کے شستر بھنڈار میں ہتھیاروں کے لئے گیا۔ نہ میں اس کے پاس ۹ جنوری کو گیا۔ اور نہ میں نے اسے بمبئی میں سامان لانے کے لئے کہا۔ یہ بھی غلط ہے کہ ۱۴ جنوری کو میں اور ناتھورام ونائیک گوڈسے۔ بڈگے کے ساتھ ڈکشت جی مہاراج کے گھر سامان رکھنے کے لئے گئے۔

میں پرارتھنا سبھا میں مہاتما گاندھی کی تقریروں کا مطالعہ اخبارات کے ذریعہ کرتا تھا۔ ریڈیو پر بھی ان کی تقریر کو براڈکاسٹ کیا جاتا تھا۔ لیکن ان تقریروں کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ بلکہ وہی پرانی روایات تھیں۔ ان تقریروں سے ان کی مسلم نوازی اور ہندوؤں کے مصائب سے لاتعلقی ٹپکتی تھی۔

ان ہی ایام میں کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اور اخبارات میں قبائلی حملہ اور مظالم کے متعلق خبریں شائع ہونے لگیں۔

حکومت ہند کا وہ اعلان بھی شائع ہوا جس میں بیان کیا گیا تھا۔ کہ پاکستان

قبائلیوں کی مدد کر رہا ہے۔ اور اُسے ۵۵ کروڑ روپیہ ادا نہیں کیا جائے گا۔
اس فیصلہ کے لئے وجہ بیان کی گئی کہ یہ روپیہ پاکستان کشمیر میں قبائلیوں کی
امداد کے لئے استعمال کرے گا۔ اس کے بعد اخبارات میں اعلان ہوا کہ گاندھی
جی ہند یونین کے اس فیصلہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ بعد میں مہاتما گاندھی نے
اس رقم کی ادائیگی کو روکنے کے خلاف مرن برت رکھا۔
اس مرحلہ پر میں نے اور نا تھو رام گوڈسے نے فیصلہ کیا کہ اس برت کے
خلاف پرار تھنا سبھا میں مظاہرہ کیا جائے۔ ۱۴ر جنوری کو میں اور ناتھو رام
بمبئی گئے۔ ۱۵ر جنوری کو ہم دونوں ہندو مہاسبھا کے دفتر میں گئے۔ وہاں بڈگے
ہمیں ملا اور اس سے مجوزہ مظاہرہ کے متعلق بات چیت ہوئی۔ اس وقت بڈگے
نے ہمارے ساتھ مظاہرہ میں شمولیت کے لئے بطور والنٹیر چلنے کی خواہش ظاہر کی
بڈگے نے اپنی شہادت کے دوران میں بیان کیا ہے کہ میں اور ناتھو رام
وناٹیک گوڈسے بڈگے کے ساتھ ۱۴ر جنوری کو ساورکر سدن گئے اور وہاں
بڈگے ہمیں ملا اور اس سے مجوزہ مظاہرہ کے متعلق بات چیت ہوئی۔ اُس وقت
بڈگے نے ہمارے ساتھ مظاہرہ میں شمولیت کے لئے بطور والنٹیر چلنے کی خواہش
ظاہر کی۔ بڈگے نے اپنی شہادت کے دوران میں بیان کیا ہے کہ میں اور ناتھو
رام ونائیک گوڈسے بڈگے کے ساتھ ۱۴ر جنوری کو ساورکر سدن گئے۔ اور
وہاں سے اسلحہ کا تھیلا لے کر ڈکشٹ جی مہاراج کے گھر رکھنے کی غرض سے گئے
اس سلسلہ میں ڈکشٹ جی مہاراج اور بڈگے دونوں کا بیان غلط ہے۔
بڈگے کا یہ بیان بھی خود ساختہ ہے کہ میں نے ۱۵ر جنوری کو بڈگے سے

کہا کہ ویر ساورکر نے مہاتما گاندھی پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر سہروردی کے قتل کا کام ہمارے سپرد کیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں نے ۱۵ر جنوری کو ڈگمبٹ جی مہاراج سے کہا کہ ہم ایک اہم مشن کے لئے جا رہے ہیں۔ میں نے ڈگمبٹ جی مہاراج سے ریوالور بھی نہیں مانگا۔ ڈگمبٹ جی مہاراج نے اپنے بچاؤ کی خاطر یہ بیان دیا ہے کہ میں نے اور ناتھو رام گوڈسے نے اس سے ریوالور مانگا۔ اور کہا کہ ہم نے کشمیر بھیجنے کے لئے ۴۰،۰۰۰ ہزار کا بارود اکٹھا کیا ہے۔ نصف بارود بھیج دیا گیا ہے۔ اور نصف کا انتظام کرنے کی غرض سے ہم یہاں آئے ہیں۔ ڈگمبٹ جی مہاراج ناجائز طور پر بارود کی تجارت کر رہے تھے اور انہیں ڈر تھا کہ اگر انہوں نے پولیس کی مرضی کے خلاف بیان دیا تو پولیس اُن کے خلاف اقدام کرے گی۔

یہ بھی غلط ہے کہ ۱۷ر جنوری کو میں ناتھو رام گوڈسے۔ اور بڈگے ویر ساورکر کے گھر گئے۔ اور ویر ساورکر میرے اور ناتھو رام گوڈسے کے پیچھے پیچھے آیا۔ اور سیڑھیوں کے نیچے آ کر اُس نے ہماری پشت پر تھپکی دے کر آشیرواد دی اور کہا کہ جاؤ اور جلد کامیاب ہو کر واپس آؤ۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں نے بڈگے کو بتایا کہ ویر ساورکر نے مجھے بتایا ہے کہ گاندھی جی کے سو سال پورے ہو چکے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ہمارا کام ضرور پورا ہو جائے گا۔ یہ بھی غلط ہے کہ ۱۷ر جنوری کو ڈگمبٹ جی مہاراج نے مجھے چھوٹا پستول دکھایا۔ اور میں نے انہیں کہا کہ یہ بدلا جائے۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں نے دادا جی مہاراج کو کہا کہ اگر مجھے دو ریوالور دیئے جائیں تو میں مسٹر جناح اور لیاقت علی کو ختم کرنے کے مشن میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یہ بھی غلط ہے کہ

دادا جی مہاراج نے مجھے ۴۰ پیکیٹ بارود کے دیئے تھے۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں نے دادا جی مہاراج سے پاکستان جانے والی گاڑی کو بارود سے اُڑانے کے لئے روپیہ مانگا یہ بھی غلط ہے کہ میں اسی کی سٹیشن ویگن میں سوار ہو کر حیدر آباد گیا۔

جہاں تک میرا ۲۶ فروری ۱۹۴۸ء کو جنگل میں پولیس کو لیجا کر پستول کی مشق کرنے کی جگہ دکھلانے کا تعلق ہے میں اُس وقت پولیس کے کنٹرول میں تھا مجھے سخت سزا اور میرے خاندان کے ممبروں کو تنگ کئے جانے کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ اس لئے مجھے پولیس کے کہنے کے مطابق چلنا پڑا۔ مرینز ہوٹل میں ہتھیاروں کی تقسیم کی کہانی بھی غلط ہے۔

یہ درست ہے کہ میں ۲۰ جنوری کو پرارتھنا سبھا میں گیا تھا۔ لیکن اس دن مائیکروفون خراب تھا۔ اور جن پرشارتھیوں کو مظاہرے کے لئے بلایا گیا تھا وہ بھی وہاں نہیں تھے۔ اس لئے میں واپس چلا آیا۔ مجھے بعد میں بڈگے نے بتایا کہ وہاں پرارتھنا سبھا میں بم پھٹا۔ اور مدن لال گرفتار ہو گیا ہے۔ اسی نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اپنے ساتھ اسلحہ لایا تھا جو اس نے پرشارتھیوں میں تقسیم کیا ہے۔ اُن میں مدن لال بھی شامل ہے۔ اُس کے بعد میں بمبئی چلا گیا۔ اور ناتھورام گوڈسے سے ملا۔ اس کے بعد ہم دونوں ڈاکٹر پرچورے کے پاس والنٹیر لانے کی غرض سے گوالیار گئے۔ ۲۸ جنوری کو ناتھورام گوڈسے دہلی چلا آیا۔ اور میں والنٹیر لانے کی غرض سے بمبئی چلا گیا۔ میں ۳۰ جنوری کو بمبئی پہنچا اور مجھے معلوم ہوا کہ مہاتما گاندھی کا دیہانت ہو گیا ہے۔ اور ناتھورام گوڈسے پکڑا گیا ہے۔" ؛

مدن لال کا بیان

۱۶ر نومبر کو مدن لال ملزم نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ ۲۰ر جنوری کو (جب کہ اس نے پرارتھنا سبھا میں بم پھینکا تھا) میرا ابتدائی ارادہ یہ تھا کہ گاندھی جی کے پاس کچھ شرنارتھی لے جاؤں۔ اور انہیں شرنارتھیوں کے دکھ درد سناؤں۔ اس روز مجھے بڈگے ملا۔ بڈگے نے مجھے ایک بم (GUN COTTON SLAB) دیا۔ میں نے یہ سمجھا کہ پرارتھنا سبھا کے نزدیک بم پھینک کر کافی لوگوں کو متوجہ کر سکوں گا۔ اس لئے زیادہ شرنارتھی ساتھ لیجانے کا خیال ترک کر دیا۔ میں نے کرکرے کو پروگرام کی تبدیلی کے متعلق اطلاع دے دی۔ گاندھی جی نے قوم کو ستیہ آگرہ سکھایا تھا میں بھی اس کی ایک شکل پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں ۲۰ر جنوری کی دوپہر کو برلا ہاؤس میں گیا۔ اور ایسی جگہ کا انتخاب کیا جہاں بم پھینکنے سے کرڈ یتی برلا کی دیوار کی چند اینٹوں کے سوا اور کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا میری منتخب جگہ اور پرارتھنا سبھا کے درمیان عمارتوں کے دو ٹھوس بلاک حائل تھے۔ مہاتما جی کی ذات کو نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ دل میں نہیں تھا۔ میں نے اِس بات کی احتیاط کی کہ پاس کی دیوار کے سوا اور کسی جائیداد یا آدمی کو نقصان نہ پہنچے۔

جب سلوچنا دہکتی ہوئی تار کے شرارے دیکھنے کے لئے نزدیک جانے

گئی تو میں نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔ وہ اپنے بیان میں بھی کہہ چکی ہے کہ بم پھٹنے کے وقت وہ میرے عقب میں تھی۔

میں نے جو کچھ کیا کھلے طور سے کیا۔ کسی سازش کا سوال نہیں ہے اگر گاندھی جی کے قتل کے لئے کوئی ... سازش تھی بھی تو اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ۔ مجھے کسی سازش کا مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اقبالی گواہ بڈگے کا یہ بیان بالکل غلط ہے کہ میرے بم پھینکے جانے کے بعد گاندھی جی کو قتل کرنے کا پلاٹ تیار کیا گیا۔

میں ستیہ آگرہی کی حیثیت سے گرفتار ہوا۔ گاندھی جی کی زندگی کو ختم کرنے کا ارادہ ہوتا تو میں آگ لگنے کے بعد بھاگ جاتا۔ بم کو آگ لگائے جانے کے ڈیڑھ منٹ بعد پھٹنا تھا۔ اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ گاندھی جی کو قتل کرنے کی سازش سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔

میں نے گرفتاری کے بعد پولیس سے بار بار کہا کہ مجھے مہاتما گاندھی کے پاس لے چلو۔ اگر پولیس وہاں لیجاتی تو گاندھی جی سمجھ جاتے کہ دراصل میں انکے بتائے ہوئے عظیم راستہ پر چلنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس راستہ پر غلط طریق سے چلا۔ میرا واحد مقصد گاندھی جی کو پاکستان میں نقصان اٹھانے والوں کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ پنجاب کے فسادات کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا تھا۔ ۱۲ جنوری کو میں نے دہلی میں سنا کہ گاندھی جی برت رکھنے والے ہیں مجھے اس برت سے بڑا اختلاف تھا۔ میرے دل نے کہا کہ اگر پنجاب کے اتنے واقعات کے بعد بھی مہاتما گاندھی کی عظیم روحانی طاقت سے مسلمانوں کو خوش رکھنے

کی پالیسی چلائی جا رہی ہے تو نہ صرف شرنارتھیوں کا مستقبل تاریک ہوگا بلکہ سارے ہندوستان کا۔

مسلم فرقہ پرستی کا بھوت مسلمانوں کو خوش کرنے کی پالیسی کی وجہ سے پروان چڑھا۔ اور اس طرح پاکستان کے قیام کا باعث بنا۔ مزید مسلم نواز پالیسی اس ہندوستان کو بالکل تباہ کر دے گی۔ جو کٹ پھٹ گیا ہے۔ اور جس سے خون بہہ رہا ہے۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مہاتما جی دہلی میں مسلمانوں سے گھرے ہوئے ہیں اور ان کے کانوں تک شرنارتھیوں کی آواز نہیں پہنچ سکتی۔ میں نے اس آواز کو پہنچانے کے لئے ہی اور پروٹسٹ کرنے کے لئے ہی یہ کارروائی کی ۱۴ فروری کو اعلان کیا گیا کہ گاندھی جی کے برت کی وجہ سے بھارت سرکار نے پاکستان کو ۵۵ کروڑ روپیہ نہ دینے کا فیصلہ بدل دیا ہے۔ اس سے پہلے یہ کہا گیا تھا کہ جب تک پاکستان گورنمنٹ کشمیر میں قبائلیوں کو امداد دے رہی ہے روپیہ ادا نہیں کیا جائے گا۔ روپیہ ادا کرنے کا مطلب یہ تھا کہ کشمیر میں ہندوستانی سپاہیوں کے سینے میں داغ دینے کے لئے پاکستان کو گولیاں مہیا کر دی گئیں۔

میں نے یہ سنکر فیصلہ کیا کہ جس طرح احمد آباد کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس شرنارتھیوں کا وفد لے کر گیا ہوں اس طرح گاندھی جی کے پاس بھی شرنارتھی لے کر جاؤں۔

جالندھر سے میرے پتا نے مجھے مجوزہ شادی کے سلسلہ میں بھی طلب کیا تھا ۔ میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے دھلی جاؤں گا ۔ اور بعد میں جالندھر۔ اگر میں نے گاندھی جی کو قتل کرنے کی سازش کی ہوتی تو ۱۵ر جنوری کو ڈاکٹر جین پر اپنا ارادہ کیوں ظاہر کرتا ۔ جیسا کہ اُنہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے یہ بھی غلط ہے کہ میں نے ڈاکٹر جین سے کہا کہ میں دیر ساورکر سے مل کر آرہا ہوں ۔ مجھ جیسا غریب شرنارتھی دیر ساورکر سے بات چیت کیسے کر سکتا تھا ۔ ڈاکٹر جین کی ساری کہانی غلط ہے

وعدہ معاف گواہ بڈگے کا بیان سازش کے متعلق ان کی اپنی کہانی کی تردید کرتا ہے ۔ بڈگے کا بیان ہے کہ ۲۰ر جنوری کا ڈرامہ اس لئے ناکام رہا کہ میں دستی بم کو نوکروں کے کمرہ میں سے پھینکنے کے لئے تیار نہ تھا اگر کوئی سازش واقعی تیار کی گئی تھی اور آخری وقت پر اسے ملتوی کرنا پڑا تو میرا پارٹ کیوں نہ ملتوی کر دیا گیا ۔ بڈگے نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

مدن لال نے مزید کہا ۔ کہ ۱۵ر جنوری کو دہلی روانہ ہونے سے پہلے کرکرے کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا تھا ۔ جہاں تک گواہوں کی طرف سے شناخت کا تعلق ہے مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں کہنا ۔ مجھے ایک نمائش میں نمائش کی چیزوں کی طرح مختلف قسم کے لوگوں کو دکھایا گیا ۔ ڈکشٹ مہاج ڈاکٹر جین ۔ اور بڈگے نے جو بیان میرے متعلق دئے ہیں وہ انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے دئے ہیں ۔ اور پولیس کے دباؤ کے زیر اثر۔

مجھے ۳ر فروری تک دہلی سول لائینز تھانہ میں رکھا گیا تھا ۔ یہاں

پولیس کے انسپکٹر نے اس قسم کے تحریری ثبوت پیش کرنے کا اظہار کیا کہ میں نے امرتسر اور جالندھر کے راشٹریہ سنگھیوں سے مل کر مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سازش کی۔ گاندھی جی کے قتل کے بعد اسی انسپکٹر نے یہ کہنا شروع کیا کہ فلم ایکٹر پرتھوی راج کپور اور سردار اوتار سنگھ آف شیر پنجاب ہوٹل بمبئی کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ جنہوں نے مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ ۲۹ فروری کو بذریعہ ہوائی جہاز مجھے بمبئی لیجایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ بڈگے کو سی۔ آئی۔ ڈی دفتر میں اذیت پہنچائی جا رہی ہے۔ بعد میں خان صاحب عمر خان نے مجھ سے کہا کہ میں ناتھو رام گوڈسے۔ آپٹے اور ساورکر کی سازش میں شریک ہوں۔

۱۴ جنوری کو مجھے وکیل مہیا کیا گیا۔ اور میں نے اگلے دن عدالت میں کہہ دیا کہ ۲۰ جنوری کے واقعہ کی ذمہ داری صرف مجھ پر عائد ہوتی ہے۔

گواہ استغاثہ شانتا رام انجیکر جس کا بیان شروع شروع میں قلمبند ہوا تھا کے متعلق مدن لال نے کہا کہ دہلی میں ریلوے سٹیشن سے اُتر کر تانگے میں بیٹھتے وقت کرکرے نے صرف یہ بتایا کہ شانتا رام بھی میری طرح ایک رفیوجی ہے۔ میں نے کرکرے سے کہا کہ میں اسے اپنے ایک رشتہ دار کے گھر لے جاؤں گا۔ اس کے انکار کرنے پر ہم تینوں شریف ہوٹل میں ٹھہرے۔ وہاں کرکرے نے شانتا رام سے میرا تعارف کرایا۔

جرح کے جواب میں ملزم نے کہا کہ میں ۱۵ جنوری سے پہلے صرف کرکرے کو جانتا تھا۔ ویر ساورکر کا نام میں نے سُنا تھا۔ اخباروں میں فوٹو دیکھے تھے

باقی ملزموں کو نہیں جانتا تھا۔ پولیس افسر عمر خاں نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں یہ کہنا پڑے گا کہ تم ساورکر۔ گوڈسے۔ آپٹے اور بڈگے کو جانتے ہو۔ اور تم نے قتل کی سازش کی ہے۔ جب میں نے یہ ماننے سے انکار کیا تو خانصاحب نے گنّے پالش منگوایا اور میرے سامنے رکھ کر کہا کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں یہ کھانا پڑے گا۔ اس پر میں نے اس کے کہنے کے مطابق مجسٹریٹ کے سامنے بیان دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ جب مجھے ۲۱ جون کو مسٹر بھوپٹکر سے ملنے کا موقعہ ملا تو میں نے یہی شکایت کی۔ جب مجھے عدالت میں لایا گیا تو میں نے الگ ملنے کے لئے درخواست کی۔ لیکن عدالت نے حکم دیا کہ میں رجسٹرار سے بات چیت کر لوں۔ اب میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا اور نہ ہی اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

گوپال گوڈسے اور شنکر

ناتھورام گوڈسے کے بھائی گوپال گوڈسے نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے تمام الزامات کی صحت سے انکار کیا اور کہا کہ گاندھی جی کو قتل کرنے کیلئے کوئی سازش نہیں کی گئی تھی۔ میں سات سال سے وفادار سرکاری ملازم ہوں۔ دوسری جنگِ عظیم میں سمندر پار کی خدمات سرانجام دے چکا ہوں۔ میری بیوی اور دو بچے ہیں مجھے ان کی پرورش کے علاوہ اپنے والدین کی خدمت کا احساس بھی ہے۔ مہاتما گاندھی تو کیا کسی بھی فرقہ کے کسی شخص کے خلاف میرے دل میں نہ کبھی

جذبہ پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ میرا ناتھورام گوڈسے کے سیاسی خیالات سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ یہ غلط ہے کہ میں نے ۱۷ر جنوری سے ۲۵ر جنوری تک دہلی، بمبئی اور پونہ وغیرہ کا دورہ کیا۔ یہ بھی غلط ہے کہ میں دہلی کے مرینہ ہوٹل میں آیا۔ مجھے غلط طور پر گرفتار کیا گیا اور میرے معاملہ میں گواہ گوبندرام کو سوا مہینہ کے بعد تیار کیا گیا۔ اقبالی گواہ بڈگے کا یہ بیان بالکل غلط ہے کہ میں ۱۹ر جنوری کو دہلی کے ہندو سبھا بھون میں مقیم تھا۔ بڈگے کے بیان کے سوا اور کوئی شہادت پیش نہیں کی جا سکی۔ میرے متعلق کہا گیا ہے کہ میں ۲۰ر جنوری کی رات کو فرنٹیئر ہوٹل میں ٹھہرا اور ۲۱ر جنوری کی صبح کو روانہ ہوا۔ اگر میں نے جرم کا ارتکاب کیا ہوتا تو ہوٹل میں کیوں ٹھہرتا۔ شناخت کے معاملہ میں مجھ پہ بالخصوص اور سارے مقدمہ میں بالعموم بڑا بڑا اثر ڈالا گیا ہے کہ اخباروں میں ہمارے فوٹو شائع کرائے گئے اور ملک بھر میں فلمیں دکھائی گئیں۔ استغاثہ کے گواہوں کو ان باتوں کی وجہ سے ہماری شناخت میں امداد ملی۔ میں حلفی طور سے تمام الزامات کی صحت سے انکار کرتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔ مجھے کوئی الزام لگائے بغیر بری کر دیا جائے میں نے ۱۷ر جنوری سے ۲۵ر جنوری تک اتفاقیہ رخصت ضرور حاصل کی تھی لیکن یہ خانگی معاملات کے سلسلہ میں تھی۔ اور میں اس عرصہ میں اُکسان قصبہ میں ہی رہا۔ یہ غلط ہے کہ میں ۱۹ر جنوری کو دہلی کے شریف ہوٹل میں گیا تھا۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ میں ۲۰ر جنوری کو مرینہ ہوٹل میں تھا۔

گوپال گوڈسے نے سی آئی ڈی پہ الزام لگایا کہ اس نے غلط بیان دلوانے کے لئے اسے تین روز اذیت پہنچائی۔

شنکر کشتیہ نے جو اقبالی گواہ بڈگے کا ملازم ہے اپنے بیان میں کہا کہ میں گھریلو ملازم تھا۔ اپنے آقا کے کپڑے دھوتا تھا۔ پانی بھرتا تھا۔ اور گھر کا کام کاج کرتا تھا۔ کبھی کبھی اسلحہ بارود فروخت کرنے بھی جایا کرتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں دہلی میں آیا۔ لیکن مجھے قتل کی سازش کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں جہاں کہیں بھی گیا بڈگے کے ملازم کے طور پر گیا۔ مجھے اپنے آقا کا حکم ماننا پڑتا تھا۔

یہ درست ہے کہ ہم دہلی کے برلا ہاؤس میں گئے۔ آپٹے نے جیب سے رسّی نکالی اور جالی کا ناپ لیا۔ میں نے بڈگے کے کہنے پر وہ کوٹ پہن لیا جس میں پستول اور چار کارتوس موجود تھے۔ اس کے بعد میں، بڈگے گوپال گوڈسے اور آپٹے ہندو مہاسبھا بھون کے پیچھے جنگل میں گئے۔ وہاں میں نے آپٹے کے کہنے پر ایک فائر کیا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی پستول نہیں چلایا تھا۔ جب گوپال گوڈسے نے اپنا پستول چلایا تو اس نے کام نہ کیا۔ گوپال گوڈسے کے کہنے پر میں تیل کی شیشی اور چاقو ہندو سبھا بھون سے لے گیا۔ اس اثنا میں جنگل کے تین گارڈ گذرے اور گوپال گوڈسے نے اپنا پستول گود میں چھپا لیا۔ اور اس نے پنجابی میں بات چیت کی۔ اس کے بعد ہم ہندو سبھا بھون میں واپس چلے گئے۔ یہ درست ہے کہ مدن لال ایک بیگ کر کرے کے بستر سے نکال کر مرینہ ہوٹل چلا گیا۔ میں بھی گوپال گوڈسے، آپٹے، اور بڈگے کے ساتھ تانگہ میں بیٹھ کر ہوٹل میں گیا تھا۔

ہائیکورٹ میں اپیل کا فیصلہ

ملزموں نے سپیشل جج کے فیصلہ کے خلاف پوربی پنجاب ہائیکورٹ میں اپیل دائر کی۔ ۲۰ مئی کو اس کی سماعت شروع ہوئی۔ اور ۲۰ جون کو ختم ہو گئی۔ اپنے کیس کے متعلق گوڈسے نے خود بحث کی۔ اور اس بات پر زور دیا۔ کہ مہاتما گاندھی کا قتل اس کا انفرادی فعل ہے۔ کوئی سازش نہیں کی گئی تھی۔ گوڈسے نے آپٹے کے لئے رحم کی درخواست کی۔ اور کہا۔ کہ اس کی جگہ پر میں عمر قید کی سزا بھگتنے اور بعد میں تختۂ پھانسی پر لٹکنے کے لئے تیار رہوں۔

۲۱ جون ۱۹۴۹ء کو ہائیکورٹ کے فل بنچ نے اپیل کا فیصلہ سنا دیا۔ یہ بنچ مسٹر جسٹس اچھرو رام مسٹر جسٹس بھنڈاری اور مسٹر جسٹس کھوسلہ پر مشتمل تھا۔ فل بنچ کے فیصلہ کے مطابق

(۱) پرچرے اور شنکر کستیہ کو بری کر دیا گیا

(۲) گوپال گوڈسے کی سزا کم کر دینے کی سفارش کی گئی

(۳) ناتھو رام گوڈسے۔ کرکرے۔ آپٹے اور مدن لال کی سزا بحال رکھی گئی

مسٹر جسٹس اچھرو رام نے مدن لال کی سزا کو بھی کم کر دینے کی رائے ظاہر کی۔ لیکن مسٹر جسٹس بھنڈاری اور مسٹر جسٹس کھوسلہ کا فیصلہ اس کے خلاف تھا۔ مسٹر جسٹس اچھرو رام اور مسٹر جسٹس بھنڈاری نے الگ الگ فیصلہ لکھا۔ لیکن مسٹر جسٹس کھوسلہ نے مسٹر بھنڈاری کے فیصلہ ہی سے اتفاق کا اظہار کیا۔ اور

کوئی الگ فیصلہ نہ لکھا۔ مسٹر جسٹس اچھیرو رام کا فیصلہ ۱۴۵ صفحوں پر اور مسٹر جسٹس بھنڈاری کا فیصلہ ۳۱۵ صفحوں پر مشتمل تھا۔

مسٹر جسٹس بھنڈاری کے ریمارکس

مسٹر جسٹس بھنڈاری کے فیصلہ کے اہم ریمارکس یہ ہیں

(۱) "میری رائے میں استغاثہ ڈاکٹر پرچورے کے خلاف الزامات ثابت نہیں کر سکا۔ میں ملزم کی اپیل کو منظور کرتا ہوں۔ اور سپیشل جج کے فیصلہ کو منسوخ کر کے اس کی رہائی کی ہدایت کرتا ہوں۔ شنکر کے خلاف بھی استغاثہ کا کیس شکوک اور شبہ سے خالی نہیں ہے۔ میری واضح رائے ہے۔ کہ وہ مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سازش کا رکن نہیں تھا۔ بڈگے نے شنکر پر قوانین اسلحہ کی خلاف ورزی کرنے کے متعلق جو کچھ کہا ہے۔ اس کے متعلق کوئی آزادانہ شہادت پیش نہیں کی جا سکی۔ اس لئے میں قوانین اسلحہ کے ماتحت بھی اسے سزا دینے کے حق میں نہیں ہوں۔ اور تمام الزامات سے بریت کا حکم دیتا ہوں۔"

(۲) دوسرے ملزموں کے کیس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ناتھورام اور آپٹے نے عدم تشدد کے اوتار کو تشدد کے ذریعے سے جان بوجھ کر قتل کیا وہ مہاتما گاندھی کی پالیسی کو ہندوستان کے لئے خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے انہوں نے تحریری اور تقریری پروٹسٹ کو بے اثر سمجھ کر گاندھی جی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اس سوچے سمجھے ہوئے اور بے رحمانہ قتل کی سزا موت کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ شہادتوں سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ ناتھورام۔ آپٹے۔ کرکرے۔ مدن لال

بڈگے مہاتما گاندھی کو ختم کر دینے کے درپے تھے۔ کرکرے اور آپٹے نے دادا مہاراج سے ریوالور حاصل کرنے کے لئے سرتوڑ کوششیں کیں۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ناتھو رام۔ آپٹے۔ کرکرے۔ مدن لال اور بڈگے نے مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کے لئے سازش کر رکھی تھی۔ کرکرے نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ وہ دہلی میں مدن لال کی شادی کے انتظامات کے سلسلہ میں آیا تھا لیکن امیچیکر ایک ذمہ دار گواہ ہے۔ اور اس کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ اس کے دہلی جانے کا مقصد کچھ اور ہی تھا۔ شہادتوں سے ظاہر ہے۔ کہ کرکرے قتل کی سازش میں شامل تھا۔ اور اسے ٹھیک طور سے سزا دی گئی ہے۔ مسٹر جسٹس اچھرو رام نے بھی لکھا ہے۔ کہ سازش کی "موجودگی" ثابت ہو چکی ہے۔

مدن لال کے بارے میں جسٹس بھنڈاری نے لکھا ہے۔ کہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کہ مدن لال مہاتما گاندھی کو قتل کرنے کی سازش میں شامل تھا۔ مدن لال نے اسلحہ فراہم کرنے اور اسے دہلی پہنچانے میں سرگرم حصہ لیا۔ اس نے ڈاکٹر جین کے سامنے بھی اعتراف کیا۔ یہ سچ ہے۔ کہ اس نے ۱۷-۱۴-۱۶ جنوری کو سرگرم پارٹ نہیں کیا۔ لیکن ۲۰ جنوری کو اس کا پارٹ نمایاں تھا۔ مرینہ ہوٹل میں اس نے آپٹے کا کوٹ پہنا اور اسی کوٹ میں بم چھپا کر برلا ہاؤس پہنچا۔ اگر وہ محض مظاہرہ کرنے ہی گیا تھا۔ تو اپنے سلفہ ہینڈ گرنیڈ کیوں لے گیا۔ یہ بم برآمد ہونے کے متعلق مدن لال نے جو کہانی بیان کی ہے۔ وہ ناقابل یقین ہے۔

کرکرے کے دل میں بھی وہی جذبہ تھا۔ جو ناتھو رام اور آپٹے کے دل میں تھا۔ لیکن گو کرکرے اور مدن لال نے قتل کی سازش میں ان سے بہت کم دلچسپی لی اور ان کی

آلہ کار بنا کر ۲۰ جنوری کے ڈرامہ میں اہم پارٹ دیا گیا۔ وہ ۴۰ برس کی عمر کا گمراہ نوجوان ہے۔ لیکن اس کے دل میں انسانی زندگی کی تقدیس کا کوئی احساس نہیں۔ یا بہت کم احساس ہے۔ اس لئے میں اس کی سزا میں کمی کی سفارش نہیں کر سکتا مجھے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ گوپال گوڈسے کا کیس میرے لئے کسی قدر تشویش کا باعث بن گیا۔ وہ سرکاری ملازم تھا۔ اس کے کوئی الگ سیاسی خیالات نہیں ہو سکتے۔ گوپال گوڈسے پر اس کے بھائی ناتھو رام گوڈسے کی برادرانہ اُلفت اثر انداز ہوئی ہوگی۔ اس نے اپنے بھائی کی امداد نتائج کا پورا احساس کئے بغیر کی ہے وہ ایک ناتجربہ کار نوجوان ہے۔ وہ جائے واردات پر نہ تو ریوالور لے گیا۔ اور نہ بم۔ اس نے ریوالور شنکر کو دے دیا تھا۔ اور بم ہندو مہا سبھا کے دفتر میں چھوڑ گیا تھا ان واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ وہ سازش میں گرم جوشی سے شریک نہیں ہوا تھا وہ برلا ہاؤس میں تماشائی اور اپنے بھائی کے رفیق کے طور پر گیا۔ اس نے برلا ہاؤس میں کوئی پارٹ نہیں کیا۔ میری پر زور سفارش ہے۔ کہ حکومت اس کے معاملہ میں سزا کو کم کرنے کے اختیارات کو استعمال کرے۔

مسٹر جسٹس بھنڈاری نے پولیس کے متعلق سپیشل جج کے ریمارکس سے اختلاف ظاہر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ پولیس کی کاہلی کے متعلق کسی قدر بھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کسی پولیس افسر سے اس مطلب کا ایک بھی سوال نہیں پوچھا گیا۔ کہ کیا مہاتما گاندھی کی زندگی کو بچانا ممکن تھا اور اگر ممکن تھا۔ تو مناسب اقدام کیوں نہ کئے گئے۔ اگر ایسے سوالات پوچھے جاتے۔ اور تسلی بخش جواب ملتا۔ تو سپیشل جج ریمارکس کرنے میں مجاز تھے لیکن اب فائل میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور ہم ان ریمارکس

کو حذف کر رہے ہیں۔ پولیس کو اپنی پوزیشن واضح کرنے کا کوئی موقعہ نہیں دیا گیا۔ مدن لال نے سازشیوں کے نام نہیں بتائے تھے۔ اور اگر وہ بتا دیتا۔ تو بھی نتھو رام کو گرفتار کرنا بہت مشکل تھا۔

مسٹر جسٹس اچھرو رام کے ریمارکس

مسٹر جسٹس اچھرو رام نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے۔ کہ ناتھو رام گوڈسے نے ۱۳ اور ۱۴ جنوری کو گوپال اور آپٹے کی بیویوں کے نام اپنی بیمہ پالیسیوں کو منتقل کیا۔ اسی اقدام کی کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی ۱۴ جنوری کو گوڈسے اور آپٹے بڈگے سے ملے۔ ۱۴ اور ۱۵ جنوری کو مدن لال اور کرکرے بھی بمبئی میں تھے۔ مدن لال نے پروفیسر جین سے ملاقات کے وقت قتل کی سازش کا کچھ اشارہ کر دیا تھا۔ فاضل جج نے ملزموں کی مزید نقل و حرکت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ دہلی کے ہوٹل میں ملزموں نے غلط نام درج کروایا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ سب کچھ کسی بے ضرر کام کے لئے نہیں تھا۔

سازش ثابت ہے

مسٹر جسٹس اچھرو رام نے ملزموں کی نقل و حرکت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ۳۰ جنوری کو گوڈسے نے گاندھی جی کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ وہ گوالیار سے پستول لایا تھا۔ اقبالی گواہ بڈگے نے جو حقائق بیان کئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کی کسی نے براہ راست تصدیق نہیں کی۔ لیکن وہ ناگزیر نظر آتے ہیں۔ جہاں تک گاندھی جی کے قتل کے لئے سازش کی موجودگی کا تعلق ہے۔ میں سپیشل جج کے فیصلہ

سے بالکل متفق ہوں۔ میں ڈاکٹر پرچورے اور شنکر کستیہ کی اپیلیں منظور کرتا ہوں۔ اور انہیں تمام الزامات سے بری کرتا ہوں۔ میں تمام دوسرے ملزموں کی اپیلیں مسترد اور سزائیں بحال رکھتا ہوں۔ تاہم میں چاہتا ہوں۔ کہ حکومت گوپال گوڈسے اور مدن لال پاوہ کی سزاؤں میں کمی پر غور کرے۔ گوپال گوڈسے اور مدن لال کو عمر قید کی سزائیں دی گئی ہیں۔ دونو نوجوان اور نو عمر ہیں۔ وہ مضبوط اور مصمم ارادوں والے اشخاص کے اثر ورسوخ کا شکار ہوئے ہیں۔ گوپال گوڈسے کے کیس پر خاص طور سے غور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ۲۰ جنوری کو برلا ہاؤس جاتے وقت وہ اس بم کو ساتھ نہیں لے گیا۔ جو اسے گاندھی جی کی پرارتھنا سبھا میں پھینکنے کے لئے دیا گیا تھا۔

پولیس کے متعلق سپیشل جج کے ریمارکس غیر ضروری ہیں

مسٹر جسٹس اچھرو رام نے اپنے فیصلہ میں سپیشل جج شری آتما چرن کے ان ریمارکس کا ذکر کیا ہے۔ کہ "پولیس نے ۲۰ جنوری سے ۳۰ جنوری تک تفتیش کے معاملہ میں کمزوری دکھائی ہے"۔ مسٹر جسٹس اچھرو رام نے لکھا ہے۔ کہ سپیشل جج کے یہ ریمارکس غیر ضروری ہیں۔ فاضل جج نے لکھا ہے کہ "پولیس ذرا سی سرگرمی دکھاتی تو یہ سانحہ عظیم رک سکتا تھا۔ لیکن مجھے ان ریمارکس میں کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ اور میری رائے میں یہ بالکل غیر ضروری ہیں"۔

انمول اپدیش

غلطی کرنا گناہ ہے۔ لیکن اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرنا
اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اپنی غلطیوں کو فوراً
مان لو۔ اور پھر اصلاح کی کوشش کرو
(مہاتما گاندھی)

میسرز سانگل چند جی شاہ اینڈ کمپنی لمیٹڈ
امرتسر نے شائع کروایا

باپو کا پیغام

"آگ پر تیل گرانے سے آگ نہیں بجھائی جا سکتی
نفرت کا مقابلہ محبت سے کرو۔ اہنسا (عدم تشدد)
بزدلوں کا نہیں۔ بہادروں کا ہتھیار ہے"

(مہاتما گاندھی)

سیٹھ بنواری لال بڈھان کمرشل ایسوسی ایشن
امرتسر نے شائع کروایا

KRISHNA
FANS
کرشنا
بجلی کے پنکھے
جو دیکھنے میں خوبصورت۔ چلنے میں پائیدار۔ کم خرچ اور زیادہ ہوا دینے
کی وجہ سے بے نظیر ثابت ہوئے ہیں۔ اپنے شہر کے ہر ایک ڈیلر سے
طلب کریں۔ یا براہ راست خط و کتابت کریں۔
دی کرشنا انجنیئرنگ ورکس پتلی گھر امرتسر
سٹاکسٹس (۱) کمار الیکٹرک کمپنی مہا لکشمی مارکیٹ چاندنی چوک دہلی
(۲) جنرل الیکٹرک ٹریڈنگ کمپنی۔ چاندنی چوک دہلی

"Help refugees if you want to prolong Free-dom of India."

(Pt: Nehru)

"پُرشارتھیوں کی ہر پرکار سے سہایتا کریں جنہوں نے بلیدان دیکر بھارت ورش آزاد کرایا"

(سردار پٹیل)

باپو کی دیش بھگتی

"I WILL NOT ALLOW ANY ONE TO LOVE INDIA MORE THAN I LOVE."

(MAHATMA GANDHI)

لالہ نرائن داس کھنہ آنریری جنرل سیکرٹری پوربی پنجاب صرافہ فیڈریشن امرتسر نے شائع کروایا

حکومت گاندھی جی کی نظر میں

مجھے حکومت کے اختیارات میں زیادہ اضافہ ہونے سے بڑی تشویش ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ افراد کو تباہ کرکے انسانیت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

(مہاتما گاندھی)

لالہ دیوی چند کپور اور ماسٹر سکھدیال نے ری ٹیلرز ایسوسی ایشن امرتسر کی طرف سے شائع کروایا

لالہ لچھمنداس سپرنٹنڈنٹ ہول سیل ٹریڈرز کارپوریشن امرتسر
نے شائع کروایا

سودیشی

بدیشی کپڑے کا ہر انچ جو ہمارے ملک میں آتا ہے۔ یوں سمجھو کہ ہمارے ملک کے غریبوں کے منہ سے روٹی کا ٹکڑا نکال لے جاتا ہے۔

(مہاتما گاندھی)

لالہ دیوراج مہرہ پردھان سودیشی کلاتھ ڈیلرز ایسوسی ایشن امرتسر نے شائع کروایا

قوم کی ترقی

کوئی قوم بھی ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے افراد حکم ماننے کے لئے تیار نہ ہوں۔ جہاں عقل کام نہ کرے وہاں سے وشواس شروع ہوتا ہے

(مہاتما گاندھی)

لالہ ہیرا لال جنرل سیکرٹری
کلاتھ مرچنٹس ایسوسی ایشن امرتسر نے شائع کروایا

راما آرٹ پریس امرت سر